ماہنامہ

انصار اللہ

جنوری ۲۰۰۵ء

تمام قارئین کی خدمت میں

نیا سال مبارک



مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان چوتھی سالانہ علمی ریلی کی افتتاحی تقریب سے اور مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی اختتامی خطاب فرمارہے ہیں۔مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد منتظم اعلیٰ سالانہ علمی ریلی ساتھ تشریف فرما ہیں



سامعین کا ایک منظر (دائیں جانب) جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا وفد اپنے امیر مکرم عبدالباسط صاحب کے ہمراہ ریلی کی اختتامی تقریب میں شامل ہے

اراکین خصوصی و اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان

برائے سال ۲۰۰۵ء-۱۳۸۴ہش

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال ۲۰۰۵ء-۱۳۸۴ہش کے لئے مندرجہ ذیل اراکین خصوصی مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو احسن رنگ میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اراکین خصوصی

۱-مکرم محترم مرزا عبدالحق صاحب
۲-مکرم محترم چوہدری حمیداللہ صاحب
۳-مکرم محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
۴-مکرم محترم چوہدری شبیر احمد صاحب

اراکینِ مجلس عاملہ

۱-نائب صدر اول	مکرم حافظ مظفر احمد صاحب
۲-نائب صدر صفِ دوم	مکرم راجہ منیر احمد صاحب
۳-نائب صدر	مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب
۴-نائب صدر	مکرم منور شمیم خالد صاحب
۵-قائدِ عمومی	مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب
۶-قائدِ تعلیم	مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب
۷-قائدِ تربیت	مکرم مبارک احمد طاہر صاحب
۸-قائد تربیت نومبائعین	مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب
۹-قائد ایثار	مکرم شاہد احمد سعدی صاحب
۱۰-قائد اصلاح وارشاد	مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب
۱۱-قائد ذہانت وصحتِ جسمانی	مکرم عبدالجلیل صادق صاحب
۱۲-قائد مال	مکرم سید طاہر احمد شاہ صاحب
۱۳-قائدِ وقفِ جدید	مکرم لطیف احمد جھمٹ صاحب
۱۴-قائدِ تحریکِ جدید	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب
۱۵-قائدِ تجنید	مکرم سید قاسم احمد شاہ صاحب
۱۶-قائدِ اشاعت	مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب
۱۷-قائد تعلیم القرآن	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
۱۸-آڈیٹر	مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب
۱۹-معاون صدر	مکرم منیر احمد بسمل صاحب
۲۰-معاون صدر	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
۲۱-زعیم اعلیٰ ربوہ	مکرم نصیر احمد چوہدری صاحب

خاکسار

مرزا غلام احمد

صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

24/1/05

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: سیّد مبشر احمد ایاز

صلح ۱۳۸۴ ہش - جنوری ۲۰۰۵ء

جلد نمبر.............۵۵

شمارہ نمبر.............۱

فون نمبر: ۲۱۲۹۸۲-۰۴۵۲۴ فیکس نمبر: ۲۱۴۶۳۱-۰۴۵۲۴

ای میل: ansarullah60@yahoo.com

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر
ڈیزائن اینڈ کمپوزنگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ.............ایک سو روپیہ
قیمت فی پرچہ.......۱۰ روپے

برکات خلافت

حضرت مصلح موعودفرماتے ہیں:

’’میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقلمند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اُٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا، اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔‘‘

(الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۲۷ء)

خلیفۃ المسیح کی دعا

حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے...... میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔‘‘

(منصبِ خلافت صفحہ ۳۲)

☆......☆......☆

افتتاحیہ

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہوگئی

سالِ نو..........عزمِ نو

معزز قارئین کے ہاتھوں میں جب یہ رسالہ ہوگا تب نیا سال شروع ہو چکا ہوگا - ایک سال اور بیت چکا اور ایک نیا سال شروع ہوگیا، ایک نیا حساب ....قرآن کریم نے چاند کے جارے بتایا کہ ہم نے اس کو سالوں کی گنتی اور حساب سکھانے کے لئے بنایا ہے، آیئے کبھی ہم بھی حساب لگائیں کہ ہم نے جانے والے سال میں کیا کمایا، کیا کھویا اور کیا پایا.........
اور جب یہ حساب کرنے بیٹھیں تو اس کی بنیاد اس حساب پر ہو جو ہمارے لئے حقیقی نفع یا نقصان کا باعث ہے ایسا نفع جو دائمی ہے، کبھی نہ ختم ہونے والا، جو ہمارے ساتھ جائے گا یا صدقہ جاریہ کے طور پر یہاں رہے گا، اس لئے عقلمندی کا تقاضا ہے کہ اس حساب میں ہم سب سے پہلے یہ جائزہ لیں کہ نمازوں، باجماعت نمازوں اور تہجد کی ادائیگی میں ہم کیسے رہے، تلاوت قرآن کریم میں کیسے رہے، تنظیم کے کاموں میں ہم نے کتنا وقت صرف کیا، حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات پر کہاں تک عمل کرتے رہے....

وقت تو تیزی سے گزرتا چلا جاتا ہے اور یہ گزرنے والے پل، یہ بیتنے والے ماہ و سال دراصل یہ خبر دیتے ہیں کہ اے انسان! تیری عمر کم ہی ہوتی چلی جارہی ہے، تیری عمر سے اتنے پل، اتنے دن، اور اتنے مہینے اور کم ہوگئے، یہاں تک کہ ایک سال کم ہو چلا کسی شاعر نے بہت خوب کہا ہے کہ

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

زندگی بہت ہی ناپائدار شے ہے، بہت ہی عارضی، نہ جانے اس آنے والے سال میں کون کون ہم سے جدا ہو جائے. اسلئے جو کچھ ہم جانے والے سال میں نہیں کر سکے اسکا جہاں تک ممکن ہو سکے ازالہ کرنے کی کوشش کریں اور آئندہ سال کے لئے عزم کرنا چاہئے......اس عزم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کی ہمدردی کو بھی اول اور مقدم رکھیں اور بنی نوع سے ہمدردی کا ایک پہلو تو خدمت خلق ہے وہ خدمت جو آپ بلا تمیز مذہب و قوم اور رنگ و نسل کر سکتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو خدمت کریں اور جس رنگ میں بھی ہو سکے خدمت کرنی چاہیے، خصوصاً حالیہ آنے والی Tsunami نام کی ہولناک آفت کے حوالے سے بھی انہیں یاد رکھیں، اپنی خدمت کے لئے بھی اور اس خدمت

کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دنیا بھر میں بسنے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے یہ دعا کریں کہ خدا ان کو ہدایت کی توفیق دے، یہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف لوٹیں، اس خالق کی طرف جو رحیم و رحمان اور غفور و شکور ہونے کے ساتھ ساتھ جبار اور قہار بھی ہے، وہ اپنے فرستادوں کی غیرت بھی رکھتا ہے، جب کبھی اسکے پیغامبروں کی توہین اور تضحیک کی جاتی ہے تو ایک وقت تک تو وہ دیکھتا ہے لیکن پھر بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، یہ آنے والی آفات کچھ ایسے ہی اشارے دے رہی ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس آنے والے نے جو آج سے کم و بیش سو سال پہلے جب کہ اسکی قوم نے اس کو جھٹلایا، اور قدر و توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھا تو اس ''بشیر'' نے جو ''نذیر'' بھی تھا دنیا بھر کے بسنے والوں کو خدا کی طرف سے خبر پا کر یہ کہا تھا کہ

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی، اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اسکے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔

وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے

تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا- یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے، میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے-

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا-- جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے- میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے، نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا، اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے- مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے.....'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۶۸-۲۶۹)

پھر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی، کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں پس میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے تباہ ہو چکے ہیں یہی گھڑی کسی دن یورپ کے لئے در پیش ہے اور پھر یہ ہولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کے لئے مقدّر ہے جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا-''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۰۰ حاشیہ)

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ صاحب عقل و فہم احباب ان حوادث اور آفات کو واقعی سمجھتے بھی ہیں کہ یہ کوئی اتفاقی حادثات نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اسکے فرستادوں کو جھٹلانے کا نتیجہ ہوتے ہیں اور کچھ تو جرأت کے ساتھ اظہار بھی کر دیتے ہیں، چنانچہ کچھ برس قبل کچھ ایسی ہی آفات کے موقعہ پر پاکستان کے دو کثیر الاشاعت روزناموں میں ملک کے معروف کالم نگاروں نے جو لکھا اسمیں سے دو اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

ایک معروف کالم نگار جناب اثر چوہان لکھتے ہیں ''ہمارے عقیدے کے مطابق مختلف ادوار میں مختلف

قوموں اور قبیلوں پر ان کی سرکشی اور گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ یہ عذاب زلزلے کی صورت میں ہوں یا سیلاب یا طوفان کی شکل میں یا پھر پلیگ اور جنگ کے انداز میں، عذاب بہر حال عذاب ہوتا ہے۔

پیغمبروں کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ اور واسطہ تھا وہ لوگوں کو خوشخبریاں بھی سناتے تھے اور آنے والے عذاب سے ڈراتے بھی تھے کچھ لوگ راہ ہدایت اختیار کر کے دینوی اور اخروی عذاب سے بچ جاتے تھے اور نافرمان اور سرکش لوگ زمین کے پیٹ کی آگ کا ایندھن بن جاتے تھے۔'' (بحوالہ نوائے وقت ۱۶ر ستمبر ۱۹۹۲ء ص ۴)

جناب مجیب الرحمٰن شامی نے ایک مرتبہ سیلاب کی آفت کے موقعہ پر لکھا: ''پورا ملک سیلاب کی لپیٹ میں ہے، پانی کہ بستیوں کو ویران کرتا جا رہا ہے ... یہ سب تباہی پانی کی پیدا کردہ ہے، اس کا سبب پانی ہے .... پیدا کرنے والا اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوا، اسنے ریٹائرمنٹ نہیں لی، اس نے آنکھیں بند نہیں کیں، اسے اونگھ نہیں آتی، بے خبری کی چادر اس نے نہیں اوڑھی، اس نے تو صرف یہ کیا ہے کہ وقت کی چند مٹھیاں چند انسانوں کو دے ڈالی ہیں، ان کو عمل کی مہلت دے دی ہے اور دیکھ رہا ہے کہ وہ اس مہلت کو کس طرح استعمال کرتے ہیں ایک باغی کے طور پر یا ایک فرمانبردار کے انداز میں، ایک خلیفہ کے طریقے سے یا ایک مطلق العنان بادشاہ کے لہجہ میں .... دیکھنے والا دیکھتا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ اسکے پانی، اسکی ہواؤں، اسکی روشنی، اسکی زمین کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے .... اللہ کی نعمتوں کو ذاتی جائداد بنا کر جھگڑا' کرنے والے، اس کے پیغام کو، اسکی ہدایت کو جھٹلاتے ہیں، اس کی طرف بلانے والے کو جھوٹا قرار دیتے ہیں اس کے راستے پر چلنے کو ناممکن اور محال بتاتے ہیں اور اپنے آپکو، اپنی بے لگام خواہشات کو اپنا رب بناتے ہیں تو پھر ارشاد ہوتا ہے، آواز گونجتی ہے {انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور وہ بری طرح جھڑکا گیا آخر کار اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو چکا اب تو ان سے انتقام لے، تب ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دئے، اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا اور سارا پانی اس کام [تباہی] کو پورا کرنے کے لئے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ القمر ۹-۱۱} یہ پانی جو ہماری زمینوں پر چل رہا ہے زمین کے اوپر رہنے والے لاکھوں افراد زمین کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں، یہ کوئی پیغام دے رہا ہے، کچھ کہہ رہا ہے، کسی اور کی موجودگی کا احساس دلا رہا ہے......'' [بحوالہ روزنامہ جنگ ۱۶ر ستمبر ۱۹۹۲ء ص ۴]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حقیقت کی طرف پہلے ہی توجہ دلا چکے تھے اور فرما چکے تھے کہ دیکھو خدا کے فرستادوں کی تکذیب کرنا آسان نہیں ہوتا، یہ جو آئے دن آفات وعذاب کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے یہ کسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، کسی آنے والے کی طرف توجہ دلا رہا ہے تو پھر کیوں اسکو تلاشتے نہیں، کیوں غفلت کے لحافوں میں پڑے ہوئے

ہواور اسکے نشانوں کو کھوجتے نہیں ،اٹھو اور تلاش و قبل اسکے کہ تمہارا نام و نشان مٹ جائے.........

آپ فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ مسیح موعود کے وقت میں موتوں کی کثرت ضروری تھی اور زلزلوں اور طاعون کا آنا ایک مقدر امر تھا- یہی معنے اس حدیث کے ہیں جو کہ لکھا ہے کہ مسیح موعود کے دم سے لوگ مریں گے اور جہاں تک مسیح کی نظر جائے گی اس کا قاتلانہ دم اثر کرے گا- پس یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس حدیث میں مسیح موعود کو ایک ڈائن قرار دیا گیا ہے جو نظر کے ساتھ ہر ایک کلیجہ نکالے گا بلکہ معنے حدیث کے یہ ہیں کہ اس کے نفخات طیبات یعنی کلمات اسکے جہاں تک زمین پر شائع ہوں گے تو چونکہ لوگ اسکا انکار کریں گے اور تکذیب سے پیش آئیں گے اور گالیاں دیں گے اس لئے وہ انکار موجب عذاب ہو جائیگا یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ مسیح موعود کا سخت انکار ہوگا جس کی وجہ سے ملک میں مری پڑے گی اور سخت سخت زلزلے آئیں گے اور امن اٹھ جائے گا ورنہ یہ غیر معقول بات ہے کہ خواہ نخواہ نیکوکار اور نیک چلن آدمیوں پر طرح طرح کے عذاب کی قیامت آوے- یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانوں میں بھی نادان لوگوں نے ہر ایک نبی کو منحوس قدم سمجھا ہے اور اپنی شامت اعمال ان پر تھاپ دی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہو جانا اتمام حجت کے لئے نبی کو لاتا ہے اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے اور سخت عذاب بغیر نبی کے قائم ہونے کے آتا ہی نہیں ،جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے ؟ اے غافلو تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو....بغیر قائم ہونے کسی مرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آ گیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جدا کرتا اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کر کے داغ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے- آخر کچھ بات تو ہے کیوں تلاش نہیں کرتے..... '' (تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۹۹-۴۰۱)

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے　　جو خبر دی وحیِ حق نے اس سے دل بے تاب ہے
زلزلے سے دیکھتا ہوں یہ زمیں زیر و زبر　　وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے　　حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے

☆......☆......☆

کلام الامام

وَحِیْدٌ فَرِیْدٌ............

وَحِیْدٌ فَرِیْدٌ لَاشَرِیْکَ لِذَاتِہٖ
قَوِیٌّ عَلِیٌّ مُسْتَعَانٌ مُقَدِّرُ

وہ یگانہ و یکتا ہے اپنی ذات میں لاشریک ہے۔قوی اور بلند مرتبہ ہے اسی سے مدد مانگی جاتی ہے اور اور وہی تقدیر بنانے والا ہے

لَہُ الْمُلْکُ وَالْمَلَکُوْتُ وَالْمَجْدُ کُلُّہٗ
وَکُلٌّ لَّہٗ مَابَانَ فِیْنَا وَیَظْھَرُ

اس کے لئے حکومت، بادشاہی اور ساری بزرگی ہے اور سب اُسی کا ہے جو ہم میں ظاہر ہوا اور ظاہر ہوگا

وَدُوْدٌ یُحِبُّ الطَّائِعِیْنَ تَرَحُّماً
مَلِیْکٌ فَیُزْعِجُ ذَاشِقَاقٍ وَیَحْصِرُ

وہ بہت محبت کرنے والا ہے اور اطاعت کرنے والوں سے رحمت کا سلوک کرتا ہے وہ بادشاہ ہے سو وہ مخالف کو مضطرب کر دیتا ہے اور گھیرے میں لے لیتا ہے

وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَا کُفُوٌ لَّہٗ
وَحِیْدٌ فَرِیْدٌ مَادَنَاہُ التَّکَثُّرُ

نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ وہ یگانہ اور یکتا ہے کثرت اس کے قریب بھی نہیں آتی

وَمَنْ قَالَ اِنَّ لَہٗ اِلٰھًا قَادِرًا
سِوَاہُ فَقَدْ نَادَی الرَّدٰی وَیُدَمَّرُ

اور جس نے کہا کہ اس کا ایک قادر معبود اُس کے سوا ہے تو اس نے گویا اپنی ہلاکت کو پکارا اور وہ ہلاک کیا جائے گا۔

(انتخاب از کرامات الصادقین۔روحانی خزائن جلد ٧ صفحہ ٧٢ ترجمہ از قصائد احمدیہ)

☆......☆......☆

کلام الامام

وحدہٗ لاشریک، حیّ وقدیر

ہر دَم از کاخِ عالَم آوازیست — کہ یکش بانی و بِنا سازیست

یہ نظام عالم اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس جہان کا کوئی بانی اور صانع ضرور ہے

نہ کس اُورا شریک وانبازیست — نے بکارش دخیل وہمرازیست

نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ساجھی، نہ اس کے کام میں کوئی دخیل ہے نہ کوئی اس کا ہمراز ہے

ایں جہاں راعمارت اندازیست — واز جہاں برتر است وممتازیست

وہ اس جہان کا بنانے والا ہے مگر خود جہان سے بالاتر اور ممتاز ہے

وحدہٗ لاشریک، حیّ و قدیر — لَم یَزل، لایزال فرد و بصیر

وہ اکیلا، لاشریک، زندہ اور قادر ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا، یگانہ اور باخبر ہے

مُتصِف باہمہ صفاتِ کمال — برتر از احتیاج آل و عیال

وہ تمام صفاتِ کاملہ سے متصف اور آل و اولاد کے جھمیلوں سے بے نیاز ہے

بَر یکے حال ہست در ہمہ حال — رہ نیابد، بد و فنا و زوال

وہ ہر زمانہ میں ایک ہی حال پر قائم ہے، فنا اور زوال کا اس کے حضور گزر نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ اوّل، روحانی خزائن جلداوّل صفحہ۱۴)

☆......☆......☆

کلام الامام

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے

حمد و ثنا اُسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اِک دل کا یارجانی
دل میں مرے یہی ہے سبحان من یرانی

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں
سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یارسا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں
اس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

☆......☆......☆

کلام الامام

حقیقی توحید

''یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو، خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رازق نہ ماننا، کوئی مُعِزّ اور مُذِلّ خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اُسی سے خاص کرنا، اپنی عبادت اُسی سے خاص کرنا، اپنا خوف اُسی سے خاص کرنا......''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد ۱۲، صفحہ ۳۴۹-۳۵۰)

☆......☆......☆

O

اِک دَور فتحِ مُبیں یہ دَور ہے ''مسرورؔ'' کا
لمحہ لمحہ جس کا ہاں فخرِ زمن سے کم نہیں

ہے اُترتا خوانِ یغما آسماں سے پَے بہ پَے
میرے مہدی کا سخن سلویٰ و مَنّ سے کم نہیں

مصطفےٰؐ کے در پہ جو خیرات لینے کو گیا
درحقیقت وہ گدا شاہِ زمن سے کم نہیں

نفس کو تسخیر کرنا جان جوکھوں کا ہے کام
مرحلہ یہ وہ کہ جو منزلِ کٹھن سے کم نہیں

روشنی افرنگ کی ہے ہر گھڑی ظلمت فزا
وہ اُجالا اُن کا اِک بڑھتے گہن سے کم نہیں

باغِ ہستی میں کھلے ہیں غنچہ ہائے آرزو
ہاں نِگہ مہدی کی سورج کی کرنؔ سے کم نہیں

فیض سے تقریرِ مہدی کے ہے چھایا کیف سا
جس کا ہر ہر لفظ بادۂ کہن سے کم نہیں

مجھ کو اطمینان حاصل، وہ ہوس کی آگ میں
فقر میرا اُن کے ڈھیروں ڈھیر دھن سے کم نہیں

پوچھ لے طارقؔ سے جا کر ہر کجا مومن کا گھر!
عاشقوں کو وَشتِ غربت بھی وطن سے کم نہیں

آتشِ داغِ جگر سے جل رہا (دینِ حق) تُو!
سوزِ دلِ تیرا چراغِ انجمن سے کم نہیں

عبدالسلام اسلامؔ

☆......☆......☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ماموریت کا چوبیسواں سال

۱۹۰۵ء کے اہم واقعات اور تائیدات الٰہیہ پر ایک نظر

صدر انجمن احمدیہ اور نظام وصیت کا قیام، جامعہ احمدیہ کا قیام اور سفر دہلی، لدھیانہ اور امرتسر

مرتبہ: حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

۱۹۰۵ء کا آغاز اس مقدمہ کی فتح کے ساتھ ہوا جو مولوی کرم دین نے آپ کے خلاف دائر کر رکھا تھا اور جس میں ماتحت عدالت نے آپ پر پانچ سو روپیہ جرمانہ کیا تھا۔ عدالت اپیل نے نہ صرف آپ کو بری کیا بلکہ جرمانہ بھی واپس دلایا۔ ابھی اس نئے سال نے زیادہ منزلیں طے نہیں کی تھیں کہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو شمالی ہندوستان میں ایک خطرناک زلزلہ آیا۔ اس زلزلہ کا مرکز ضلع دھرم سالہ کے پہاڑ تھے جہاں سب سے زیادہ تباہی آئی مگر یہ تباہی صرف دھرم سالہ تک محدود نہیں تھی بلکہ پنجاب کے ایک بہت بڑے علاقہ میں تباہی آئی اور ہزاروں جانیں اور لاکھوں روپے کی جائیداد تباہ ہوگئی۔

''آہ نادر شاہ کہاں گیا''

۵؍مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود کو ایک رؤیا میں یہ الفاظ لکھے ہوئے دکھلائے گئے۔ ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' یہ مختصر الفاظ اپنے اندر افغانستان کی حکومت کے متعلق ایک زبردست انقلاب کی پیشگوئی پر مشتمل تھے جو ۸؍دسمبر ۱۹۳۳ء کو پوری شان سے پوری ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۲۹ء میں جب امیر امان اللہ خاں صاحب (ولادت ۱۸۹۲ء) والی افغانستان کی حکومت کا تختہ امیر حبیب اللہ خاں صاحب نے الٹ دیا تو افغانوں نے نادر خاں صاحب (۱۸۸۰ء-۱۹۳۳ء) کو فرانس سے بلوا کر تخت حکومت ان کے سپرد کر دیا۔ اس دن سے نادر خاں صاحب نے اپنے خاندانی اور ملکی لقب ''خان'' کو چھوڑ کر ''شاہ'' کا لقب اختیار کیا اور نادر شاہ کہلانے لگے جو حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق ایک غیر معمولی تغیر تھا۔ اس کے تین سال بعد ۸؍نومبر ۱۹۳۳ء کو عین دن کے وقت نادر شاہ کو عبدالخالق نامی ایک شخص کے ذریعہ سے مجمع عام میں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح نادر شاہ صاحب کی اچانک موت سے اہل عالم پکار اٹھے ''آہ نادر شاہ کہاں گیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)

تجویز قیام مدرسہ احمدیہ قادیان: سلسلہ احمدیہ کے دو بزرگوں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، حضرت مولوی برہان الدین صاحب کی وفات کی وجہ سے جو ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ جماعت میں ایک خلا محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ یہ تجویز کی گئی کہ جماعت میں علماء پیدا کرنے کے لئے ایک الگ دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ جس پر مدرسہ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ (حیات طیبہ صفحہ ۲۹۸)

اور اب یہ لگائی گئی شاخ ایسے چمنستان کی صورت اختیار کر چکی ہے کہ ایک طرف انٹرنیشنل جامعہ احمدیہ کی شکل میں ربوہ اور اس کے علاوہ قادیان، انڈونیشیا، غانا، کینیڈا میں الگ الگ جامعات کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

سفر دہلی ۲۲/اکتوبر ۱۹۰۵ء ۲۲/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو اتوار کے روز صبح کے وقت آپ قادیان سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ نے رویاء میں دیکھا کہ آپ دہلی گئے ہیں۔ تو تمام دروازے بند ہیں پھر دیکھا کہ ان پر قفل لگے ہوئے ہیں دہلی میں حضور نے چتلی قبر میں الف خاں کے مکان پر قیام فرمایا۔ (حیات طیبہ صفحہ ۲۹۹)

زیارت قبور ۲۴/اکتوبر ۱۹۰۵ء صبح حضرت مسیح موعود مردانہ مکان میں تشریف لائے دہلی کی سیر کا ذکر درمیان میں آیا۔ فرمایا: لہو ولعب کے طور پر پھرنا درست نہیں البتہ یہاں بعض بزرگ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں۔ ان پر ہم بھی جائیں گے۔ حاضرین نے یہ نام لکھائے (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) خواجہ نظام الدین صاحب (۳) جناب قطب الدین صاحب (۴) خواجہ باقی باللہ صاحب (۵) خواجہ میر درد صاحب (۶) جناب نصیر الدین صاحب چراغ دہلی۔

چنانچہ گاڑیوں کا انتظام کیا گیا اور حضرت بمعہ خدام گاڑیوں میں سوار ہو کر سب سے اول حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر پہنچے۔ راستہ میں حضرت نے زیارت قبور کے متعلق فرمایا:۔ قبرستان میں ایک روحانیت ہوتی ہے اور صبح کا وقت زیارت قبور کے لئے ایک سنت ہے۔ یہ ثواب کا کام ہے اور اس سے انسان کو اپنا مقام یاد آ جاتا ہے انسان اس دنیا میں مسافر ہے آج زمین پر ہے تو کل زمین کے نیچے ہے۔

دہلی سے روانگی ۴/نومبر ۱۹۰۵ء کی شام کو حضور واپسی کی غرض سے معہ خدام دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم بھی مشایعت کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دہلی کے مقام اور مرتبے سے متعلق ایک تحریر قادیان سے لکھ کر روانہ فرمائیں۔ حضور نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔

لدھیانہ میں ورود۔ ۵ نومبر ۱۹۰۵ء: حضرت اقدس دہلی سے روانہ ہو کر ۵/نومبر کو صبح ۱۱ بجے کے قریب لدھیانہ پہنچے۔ ۵/نومبر کی شام کو ہی حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب کا لدھیانہ میں ایک وعظ ہوا۔ جو بہت ہی پسند کیا گیا۔ ۶/نومبر کی صبح کو حضرت اقدس نے کچھ نصائح فرمائیں۔

لیکچر لدھیانہ ۶/نومبر ۱۹۰۵ء: ۶/نومبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس نے کئی ہزار کے مجمع میں ایک عام تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں حضور نے (دین حق) کی سچائی اور اس کی موجودہ حالت اور اصلاح کے وسائل کا ذکر فرمایا۔ نیز اپنے دعاوی کے دلائل بھی بیان فرمائے۔ یہ تقریر صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک متواتر تین گھنٹہ تک ہوتی رہی اور لوگ پورے سکون کے ساتھ سنتے رہے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۳۰۲)

امرتسر میں قیام اور لیکچر: حضرت اقدس ۸/نومبر کی صبح کو لدھیانہ سے روانہ ہوئے اور امرتسر تشریف لائے جہاں حضور نے دو روز تک اس مکان میں قیام فرمایا جہاں ۱۸۹۳ء کے مباحثہ "جنگ مقدس" کے دوران ٹھہرے تھے۔ ۹ نومبر کی صبح امرتسر میں بھی حضور کی ایک تقریر ہونا قرار پائی۔ ۸ بجے کے بعد حضور نے تقریر شروع فرمائی پہلے یہ بیان فرمایا کہ قریباً چودہ سال

پہلے مجھ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور مولوی عبدالحق غزنوی نے میرے ساتھ مباہلہ کیا جس کے بعد خدا تعالیٰ نے میری بہت مدد فرمائی۔ تین لاکھ سے زیادہ آج میرے مرید ہیں اور کثرت سے مخلصین میرے ساتھ ہیں۔ مخالفوں کی زبردست کوششوں اور منصوبوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے مجھے کامیاب کیا۔ غرض پون گھنٹہ کے قریب حضور نے تقریر فرمائی۔

ورود قادیان ۱۰؍نومبر ۱۹۰۵ء: آخر ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء کو دن کے ۱۲ بجے حضور معہ خدام بخیر و عافیت قادیان دارالامان پہنچ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ جمعہ کا مبارک روز تھا۔ قادیان پہنچنے پر حضور نے نماز جمعہ با جماعت ادا فرمائی۔

جلد ہی خواجہ حسن نظامی صاحب کی ایک تحریر اپنی درخواست کی یاد دہانی کیلئے حضور کی خدمت میں پہنچی۔ حضور نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

''دہلی میں میرے دل نے اس بات کیلئے جوش مارا کہ وہ ارباب صدق و صفا اور عاشقان حضرت مولیٰ جو میری طرح اس زمین کے باشندوں سے بہت سے جور و جفا دیکھ کر اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے ان کے متبرک مزاروں کی زیارت سے اپنے دل کو خوش کرلوں پس میں اسی نیت سے حضرت خواجہ شیخ نظام الدین ولی اللہ رضی اللہ عنہ کے مزار متبرک پر گیا اور ایسا ہی دوسرے چند مشائخ کے متبرک مزاروں پر بھی۔ خدا ہم سب کو اپنی رحمت سے معمور کر دے۔'' (حیات طیبہ صفحہ ۳۰۳)

قرب وصال سے متعلق الہامات و رؤیا۔ ''الوصیت'' کی تصنیف و اشاعت اور نظام خلافت کے قیام کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر فرمایا کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جو اب گزر رہا ہے۔ اس پر آپ نے ''الوصیت'' نام کے ماتحت ایک وصیت لکھ کر شائع فرمائی اور اس میں ان سارے الہامات کو درج کر کے اس بات کو ظاہر کیا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے اور آپ نے اپنی تعلیم کا خلاصہ بیان کر کے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ آپ کے بعد آپ کی لائی ہوئی تعلیم پر قائم رہے اور درمیانی ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی سنت اللہ کے ماتحت ضروری ہوتا ہے۔ اور آپ نے لکھا کہ نبیوں کا کام صرف تخم ریزی تک محدود ہوتا ہے۔ پس میرے ذریعہ سے یہ تخم ریزی ہو چکی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر اک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔

دین واحد پر جمع کرنے کی وصیت ''الوصیت'' میں حضور نے جماعت کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ۔ ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔'' (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۳۷)

بہشتی مقبرہ کا قیام اس کے علاوہ حضور نے خدائی بشارت کے ماتحت ایک مقبرہ کی تجویز بھی کی۔ جس کے متعلق حضور کا

منشا تھا کہ اس میں ان صادق الارادت لوگوں کی قبریں ہوں۔ جنہوں نے اپنی زندگی نیکی ،تقویٰ اور طہارت میں گزاری ہو اور مالی اور جانی قربانیوں میں ایک شاندار مثال قائم کی ہو اور اس مقبرہ کا نام حضور نے الٰہی منشا کے ماتحت بہشتی مقبرہ رکھا۔

انجمن کارپردازان مصالح قبرستان کا قیام: حضور نے اس مقبرہ کے انتظام کیلئے ایک انجمن بھی قائم فرمائی جس کا نام ''انجمن کارپردازان مصالح قبرستان'' رکھا۔ حضرت اقدس نے اس انجمن کا صدر حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو مقرر فرمایا۔ اور اس بات کو لازمی قرار دیا کہ کم از کم دو ممبر اس انجمن کے عالم دین ہونے چاہئیں۔ (حیات طیبہ صفحہ ٣٠٦)

صدر انجمن احمدیہ: صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد ''بہشتی مقبرہ'' کی آمد کی حفاظت اسے فروغ دینے اور خرچ کرنے کے لئے حضور نے ایک انجمن بنائی جس کا نام ''انجمن کارپردازان مصالح بہشتی مقبرہ'' تجویز فرمایا اور اس سلسلہ میں بعض خاص ہدایات دے کر الوصیت کے ساتھ بطور ضمیمہ درج کر کے لکھا کہ ''یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔'' یہ انجمن کوئی دنیوی یا جمہوری طرز کی کوئی انجمن نہیں تھی بلکہ ان اموال کی حفاظت اور توسیع اور اشاعت کی غرض سے بنائی گئی تھی جو نظام الوصیت کے نتیجہ میں جماعت کو عطا ہونے والے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے مشورہ دیا کہ بہشتی مقبرہ والی انجمن کو قانونی وسعت دے کر دوسرے جماعتی اداروں (مثلاً ریویو آف ریلیجنز اور مدرسہ تعلیم ...... وغیرہ) کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے اور اس کا نام صدر انجمن احمدیہ رکھا جائے۔ جماعتی تنظیم کے اعتبار سے یہ ایک معقول اور مفید تجویز تھی اس لئے حضور نے اسے قبول بھی فرمالیا اور اس کے قواعد وضوابط تجویز کر لئے گئے جو ''الحکم'' اور ''بدر'' میں جماعت کی اطلاع کے لئے شائع بھی کر دیئے گئے۔ اس طرح اصل ''انجمن کارپرداز مصالح قبرستان'' میں ہی دوسرے تمام جماعتی ادارے مدغم کر کے موجودہ صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد پڑی۔ اور قواعد وضوابط کے مطابق پہلی وصیت بابا محمد حسن صاحب اوجلوی کی منظور کی گئی۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ٣٨ ویں جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ہر احمدی کو فکر اور کوشش کر کے نظام وصیت میں شامل ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس میں شمولیت کی برکت سے پاک روحانی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس میں شامل ہو کر حضرت مسیح موعود کی ان دعاؤں کا بھی وارث بننا چاہئے۔ جو آپ نے اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس نظام میں تا حال شامل ہونے والوں کی رفتار کم ہے میری خواہش ہے کہ اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھے اور ٢٠٠٥ء تک جب اس نظام پر ١٠٠ سال پورے ہو جائیں تو ١٥٠٠٠ نئی وصایا ہو جائیں اور دوسری خواہش یہ ہے کہ ٢٠٠٨ء میں جب نظام خلافت کے قیام پر ١٠٠ سال پورے ہوں تو دنیا کے ہر ملک میں جماعت کے چندہ دہندگان میں سے کم از کم ٥٠ فیصد افراد ایسے ہوں جو نظام وصیت میں شامل ہو چکے ہوں۔ اور یہ بھی جماعت کی طرف سے خدا کے حضور ایک نذرانہ ہوگا۔ خدام

الاحمدیہ، انصاراللہ کی صف دوم اور لجنہ اماء اللہ کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ (ماہنامہ انصاراللہ اکتوبر ۲۰۰۴ء صفحہ ۱۸)

تصنیفات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۵ء (۱) تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم، یہ کتاب آپ نے ۱۹۰۵ء کے ابتدا میں لکھنا شروع کی تھی اور اس کا نام براہین احمدیہ کے علاوہ نصرت الحق بھی رکھا تھا یہ کتاب حضور کے وصال کے بعد ۱۵/اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی۔

(۲) تصنیف و اشاعت الوصیت۔ اس رسالہ کے متعلق اوپر مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

(۳) لیکچر لدھیانہ (جو حضرت اقدس نے ۶ نومبر ۱۹۰۵ء) کو لدھیانہ میں دیا۔

''احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے'' ۲۷/دسمبر ۱۹۰۵ کو نماز ظہر و عصر کے بعد (......) اقصیٰ میں ایک پر معارف تقریر فرمائی جو بعد میں ''احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۴۴، ۴۴۵)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا انتقال ۱۹۰۵ء کا سال عام الحزن کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ اس سال جماعت کے کئی مقتدر بزرگ انتقال فرما گئے۔ مثلاً حضرت منشی عبدالحمید خان صاحب کپورتھلوی (تاریخ وفات ۱۰/مارچ ۱۹۰۵ء) بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر ''البدر'' (تاریخ وفات ۲۱/مارچ ۱۹۰۵ء) مولوی جمال الدین صاحب سید والہ (تاریخ وفات ۲۲/جولائی ۱۹۰۵ء) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی (تاریخ وفات ۱۱/اکتوبر ۱۹۰۵ء) حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی (تاریخ وفات ۳/دسمبر ۱۹۰۵ء) ان کے علاوہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی بڑی اہلیہ فاطمہ صاحبہ (تاریخ وفات ۲۸/جولائی ۱۹۰۵ء) اور ان کے صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب (تاریخ وفات ۲۱/اگست ۱۹۰۵ء) بھی اسی سال فوت ہو گئے۔ اہلیہ کلاں حضرت مولوی نورالدین صاحب کے انتقال پر فرمایا۔

''وہ ہمیشہ مجھے کہا کرتی تھیں کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں اور میں نے دل میں پختہ عہد کیا ہوا تھا کہ کیسا ہی بارش یا آندھی وغیرہ کا بھی وقت ہو۔ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں گا آج اللہ تعالیٰ نے ایسا عمدہ موقع دیا کہ طبیعت بھی درست تھی اور وقت بھی صاف میسر آیا اور میں نے خود جنازہ پڑھایا۔ (بدر ۲۷/جولائی ۱۹۰۵ء صفحہ ۷)

یوں تو سلسلہ کو ان بزرگوں اور دوستوں کی جدائی کا نقصان پہنچا مگر مخدوم الملت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی جیسے بلند پایہ علماء اور خدام ملت بزرگوں کی مفارقت نے تو پوری جماعت کو سوگوار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ۱۲/ستمبر ۱۹۰۵ء کو ان حوادث کے بارے میں حضور کو الہاماً بتایا تھا کہ ''دو شہتیر ٹوٹ گئے''۔

☆......☆......☆

حاصل مطالعہ

''لفظ خاتم اور غدر''

''غالب نامہ'' غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کا علمی و تحقیقی مجلّہ ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مقالات کا ایک انتخاب ''تحقیقات'' کے نام سے مرتبہ پروفیسر نذیر احمد دہلی سے شائع ہوا۔ عزیز پرنٹنگ پریس دہلی، سال اشاعت ۱۹۹۷ء ۵۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے۔ جس میں اندر کمال گجراتی، پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور ڈاکٹر وحید قریشی وغیرہ۔ ۲۵ احباب کے مقالات شامل ہیں۔ اس میں شائع ہونے والے بعض اقتباس قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

پروفیسر گوپی چند نارنگ: ''غالب کا جذبۂ حب الوطنی اور سن ستاون'' کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

''...... غالب غدر کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کرتے تھے۔ دستنبو میں غالب نے غدر کی جی بھر کے مذمت کی ہے...... انہوں نے انگریزوں کے خلاف لڑنے والے اپنے ہم وطنوں کو ''نمک حرام''۔ ''خبیث و آوارہ''۔ ''بندہ ہائے بے خداوند''۔ ''سیاہِ باطن''۔ ''بے رحم قاتل''۔ ''گمراہ باغی''۔ ''سیہ کار رہزن'' اور ''سیاہ کار جنگجو'' کے خطابات سے یاد کیا ہے۔'' (صفحہ ۶۶-۶۷)

مولانا فضل حق خیر آبادی: مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''مولانا فضل امام کے شاگرد رشید ''مولانا فضل حق خیر آبادی'' تھے جو بجا طور پر خاتم المتکلمین کہلاتے ہیں''
(صفحہ ۱۶۵-۱۶۶)

شاہ غلام علی نقشبندی کی بابت سر سید احمد نے لکھا:

''اگر باعتبار علوم نقلی خاتم المحدثین والمفسرین تعبیر کیا جائے تو بھی زیبا ہے اور اگر باعتبار علوم عقلی سرگروہ فلسفیان متقدمین و متاخرین لکھا جائے تو بھی بجا ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۱۶۷)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ پر فضل حق خیر آبادی کی بابت یوں لکھا کہ

''وہ خاتم المتکلمین ہی نہیں خاتم المنطقین بھی تھے۔''

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے متعلق راشد الخیری نے لکھا:

''ظفر تُو وہ انسان تھا کہ انسانیت تیرے ساتھ ختم ہو گئی۔'' (صفحہ ۲۵۱)

☆......☆......☆

خدااوراس کے رسول سے داد تحسین حاصل کرنے والا خوش قسمت شاعر

لبید بن ربیعه العامری رضی اللہ عنہ

(تحریر سید مبشراحمد ایاز)

محفل شعروسخن منعقد ہے اور عرب کے ممتاز ترین شعراء میں سے ایک اپنا کلام پیش کر رہا ہے، سرداران قریش اور دیگر ممتاز اشخاص کلام سن رہے ہیں- اپنا کلام پڑھتے پڑھتے جب وہ یہ شعر پڑھتا ہے-

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

تو جھٹ ایک ایسا نوجوان داد کیلئے اُٹھا ہے جسکے دل میں شعراء شاعر سے زیادہ "اللہ" سے محبت اور ایمان کا جذبہ ہے اور یہ محبت اور ایمان کی لو ہے بھی تازہ تازہ- اتنی بڑی اور چنیدہ اشخاص کی محفل اور مہمان شاعر بھی کوئی عام نہ ہو بلکہ چیمپئنز Champions شعراء میں سے ایک ہو اور عرب خون اور روایات جب سامنے ہوں تو- ایک نوجوان کا داد دینا اُسے کچھ اچھا نہ لگا- خیر یہ ابھی پہلا مصرعہ تھا- لیکن جب وہ اس دوسرے مصرعہ پر پہنچا

وَ كُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

کہ ہر نعمت اور آسائش لامحالہ زائل ہو جانے والی ہے- نئے نئے ایمان کا جوش اور ولولہ سینے میں موجزن تو تھا ہی ، کہ وہی نوجوان دوبارہ اٹھا لیکن اب داد کیلئے نہیں، بلکہ یہ کہنے کیلئے کہ صاحب! ایسا نہیں ہے، جنت کی نعمتیں کبھی زائل ہونے والی نہیں وہ تو ہمیشہ رہیں گی- اب اس شاعر سے بھی رہا نہ گیا اب تو ہو بھی تردید رہی تھی وہ کہنے لگا کہ میں اب کلام نہیں پڑھوں گا کیا میرے کلام کو سمجھنے اور پرکھنے کیلئے اب یہ نوجوان اور لونڈے ہی رہ گئے ہیں- حاضرین مجلس بھی اپنے چوٹی کے شاعر اور مہمان کی یہ "توہین" برداشت نہ کر سکے اور اس نوجوان پر ہلہ بول دیا اور مار مار کر بے چارے کی ایک آنکھ ہی ضائع کر دی-

یہ نوجوان عثمان بن مظعون تھے، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہ شاعر جو عرب کے "فحول الشعراء" یعنی Champions میں سے ایک تھا- لبید تھے- لبید بن ربیعہ العامری رضی اللہ عنہ-

ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ عربی ادب سے واقفیت رکھنے والے صرف اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے چوٹی کے جو شاعر تھے ان کا منتخب کلام خانہ کعبہ میں معلق کر دیا جاتا تھا- اور جن سات یا دس شعراء کا کلام خانہ کعبہ میں معلّق تھا ان میں سے ایک یہ، لبید تھے- لیکن یہ اعزاز تو کچھ بھی نہیں تھا، جو اعزاز ان کو آگے ملا اس پر تو قیامت تک کیلئے آنے والے شاعر حسرت کی نگاہ سے دیکھتے رہیں گے- کہ لبید کے کلام کی یہ داد- اس کے کلام کا یہ اعزاز، کہ گویا عرش پر اس کو معلّق کر دیا اسکی تفصیل میں جانے سے پہلے ہم ان کے مختصر سے سوانح پر نظر ڈالتے ہیں-

لبیدؓ نام، ابوعقیل کنیت، زمانہ جاہلیت کے ممتاز ترین شاعروں میں ان کا شمار ہوتا تھا- بنو کلاب کے وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور (دین حق) قبول کیا اور پھر کوفہ چلے گئے اور تادمِ وفات وہیں رہے- حضرت معاویہؓ کے ابتدائی زمانہ میں وفات ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ ۱۵۷ ایک سو ستاون برس عمر پائی- آپ کو بنو جعفر بن کلاب کے صحراء میں دفن کیا گیا- لبید کے والد ربیعہؓ اپنے قبیلہ کے بڑے فیاض اور غریب پرور لوگوں میں سے تھے- اسی فیاضی کی وجہ سے ''ربیع المقترین'' کا لقب حاصل کیا-

لبید میں خود بھی یہ وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا- انکی اپنی فیاضی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں یہ قسم کھائی ہوئی تھی کہ جب بھی بادِ صبا چلے گی تو جانور ذبح کر کے لوگوں کو کھلائیں گے اور اس عہد پر ہمیشہ قائم رہے- چنانچہ کوفہ کے قیام کے دوران جب انکی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ کھلے دل سے اس پر عمل کر سکتے تو وہاں کے دوسرے لوگ آپکے اس عہد کا پاس کرتے ہوئے بہت سارے اونٹ وغیرہ آپ کے پاس جمع کر دیتے اور لبید انہیں ذبح کر کے اپنا عہد پورا کرتے- آپ کی شاعری کی بابت تو تعارف میں بھی کچھ ذکر ہوا- زمانہ جاہلیت کے مشاعروں کے صدر نشین ہوا کرتے تھے- خود ان کے زمانہ کے شعراء آپکی شاعری کا لوہا مانتے تھے- عرب کا ایک نامور شاعر فرزدق ہوا ہے- اس کے بارے میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ لبید کا یہ شعر جب اس کے سامنے پڑھا گیا تو وہ سجدہ میں گر گیا-

وَجَلا السیُّولُ عَنِ الطلولِ کأَنَّھا   زُبُرٌ تُجِدَّ مُتُونَھا أَقْلَامُھَا

اس سیلاب نے ٹیلوں کو اسطرح صاف کر دیا ہے گویا وہ ٹیلے کتاب کے صفحات ہیں جن کے متن کو قلم نے درست کیا ہو- لوگوں نے فرزدق کی یہ حرکت دیکھی تو کہنے لگا میں شاعری کے مقام سجود کو پہچانتا ہوں- خیر اس واقعہ سے مراد تو صرف یہ تھی کہ لبید کی شاعری کی قدر و منزلت کس قدر تھی- لیکن خاکسار نے جس وجہ سے شعراء کے تعارف کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس شاعر کو منتخب کیا ہے وہ قدر و منزلت ایسا ہے، وہ مقام ایسا ہے کہ جس نے لبید کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے- کیونکہ خدا تعالیٰ نے جب اپنے ایک پیارے اور مامور و مرسَل کو الہام کرنا چاہا تو اس کیلئے اس کے قصیدے کے ایک مصرعہ کو پسند کیا اور وہ مصرعہ بھی اسی قصیدے کا سب سے پہلا مصرعہ ہے جس کا ایک شعر فرزدق کے واقعہ میں گزرا ہے- یہ قصیدہ ''سبع معلقات'' میں شامل ہے اور اس کا پہلا شعر یوں ہے

عَفَتِ الدّیارُ مَحَلُّھَا فَمَقَامُھَا   بِمِنًی تَأَبَّدَ غَوْلُھَا فَرِجَامُھَا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب ایک زلزلہ اور اس کے زمانے میں آنے والی ہولناک اور ویران کر دینے والی تباہیوں کی پیشگوئی کرنا چاہی تو لبید کے اس قصیدے کا پہلا مصرعہ الہام کیا عَفَتِ الدّیارُ مَحَلُّھَا فَمَقَامُھَا حضرت مسیح موعودؑ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''اب یاد رہے کہ وحی الٰہی یعنی عَفَتِ الدّیارُ مَحَلُّھَا فَمَقَامُھَا یہ وہ کلام ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے خدا تعالیٰ نے لبید بن ربیعہ العامری کے دل میں ڈالا تھا جو اس کے قصیدہ کا اوّل مصرعہ ہے جو سبعہ معلقہ کا چوتھا قصیدہ ہے

اور لبید نے زمانہ (دین حق) کا پایا تھا اور مشرف بہ (دین حق) ہو گیا تھا اور...... میں داخل تھا اس لئے خداتعالیٰ نے اس کے کلام کو یہ عزّت دی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ ایسی ایسی تباہیاں ہونگی جن سے ایک ملک تباہ ہو گا وہ اسی کے مصرعہ کے الفاظ میں بطور وحی فرمائی گئی جو اس کے مُنہ سے نکلی تھی۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۱۶۲)

پھر فرماتے ہیں:

”یہ تعجب سخت نادانی ہے کہ ایک کلام جو..... کے مُنہ سے نکلا ہے وہ کیوں وحی الٰہی میں داخل ہوا کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ کلام جو عبداللہ بن ابی سرح کے مُنہ سے نکلا تھا یعنی فَتَبَارَکَ اللّٰہ احسن الخالقین وہی قرآن شریف میں نازل ہوا جسکی وجہ سے عبداللہ بن سرح مرتد ہو کر مکہ کیطرف بھاگ گیا پس جبکہ خداتعالیٰ کے کلام کا ایک مرتد کے کلام سے توارد ہوا تو اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیے کہ لبید جیسے (......) بزرگوار کے کلام سے اس کے کلام کا توارد ہو جائے۔ خداتعالیٰ جیسے ہر ایک چیز کا وارث ہے ہر ایک کلام کا بھی وارث ہے اور ہر ایک پاک کلام اُسی کی توفیق سے مُنہ سے نکلتا ہے ۔۔ اور لبید کے فضائل میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جو اس نے نہ صرف آنحضرت ﷺ کا زمانہ پایا بلکہ ترقیات (دین حق) کا خواب دیکھا اور ۱۴۱ھ میں ایک سو ستاون برس کی عمر پا کر فوت ہوا۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ ص ۱۶۲-۱۶۳)

اور اس شاعر کی خوش نصیبی دیکھیئے کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جب بہت بیمار ہوئے اور حضورؑ نے جب آپ کی زندگی کیلئے بہت زیادہ دعائیں کیں تو خداتعالیٰ نے جب الہاماً آپ کو خبر دی کہ حضرت مولوی صاحب کی موت تقدیر مبرم ہے اور اب قضاء وقدر کے تیر سے بچنا ممکن نہیں، تب بھی جو الہام ہوا وہ انہیں کے کلام کا ایک مصرعہ تھا اور وہ مصرعہ بھی اسی قصیدے کے ایک شعر کا دوسرا مصرعہ تھا۔ اِنَّ الْمَنَایَا لَاتَطِیْشُ سِھَامُھَا (تذکرہ صفحات ۵۶۴، ۶۷۸، ۶۹۰)

حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کاربنکل یعنی سرطان سے فوت ہو گئے تھے ان کیلئے بھی میں نے بہت دُعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کیلئے تسلی بخش نہ تھا بلکہ بار بار یہ الہام ہوتے رہے کہ کفن میں لپیٹا گیا، ۴۷ برس کی عمر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ، ان المنایا لاتطیش سھامھا یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے ۔۔"

(حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۳۳۹)

اور لبید بن ربیعہ کی خوش نصیبی یہ بھی کیا کم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی آپ کے اشعار کو پسند کیا اور ایک مصرعہ پر تو یوں داد دی کہ

”اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا شَاعِرٌ کَلِمَۃَ لَبِیْدٍ“ شعراء کے کلام میں سب سے سچا کلام لبید کا یہ کلام ہے اور پھر وہ مصرعہ بھی پڑھا جس میں اس نے کہا ہے۔ اَلَا کُلُّ شَیءٍ مَاخَلَا اللّٰہ بَاطِلٌ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع لبید کی اس خوش بختی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''آنحضور ﷺ نے بہت کم شعراء کو پسند فرمایا ہے ان کے شعر پر کوئی داد دی ہے۔کئی ایسے خوش نصیب شعراء ضرور ہیں جن کے قصائد پر آنحضور ﷺ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ایک ایسا قصیدہ ''قصیدہ بُردہ'' کے نام سے مشہور ہے۔کیونکہ آنحضور ﷺ نے اس شاعر کو انعام کے طور پر اپنی چادر عطا فرمائی تھی۔لیکن ایسا شعر ہے جسکے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کسی شاعر نے اس سے زیادہ سچی بات نہیں کی کہ بے اختیار دل سے داد اٹھتی ہے اور وہ لبید کا شعر ہے۔ لبید کہتا ہے أَلا كُلَّ شَيءٍ مَا خَلَا اللّٰه بَاطِل ،خبردار غور سے سن لو اللہ کے سوا ہر دوسری چیز باطل ہے،ایک ہی حق ہے ،آنحضرت ﷺ کے عشق الٰہی کے نتیجہ میں یہ شعر ایسا دل پر لگا ہے کہ بے اختیار دل سے داد اٹھی ہے کہ واہ واہ کیا کلام ہے کہ کبھی کسی شاعر نے اس سے زیادہ سچی بات نہیں کی۔اور یہ اللہ کے سوا ہر چیز کا باطل ہو جانا یہی خدا کی طرف مائل کرتی ہے یہ بات ،ایک ہی وجود رہ جائے گا باقی کچھ نہیں رہے گا۔ایک مستقبل میں بھی اس کے معنی ہیں۔سب تعلق بے کار چلے جائیں گے کوئی ساتھ نہیں دے گا صرف ایک اللہ کا تعلق ہے جس کے ساتھ باقی سفر ہیں ہمیشگی کے سفر ہیں۔سو اسکی طرف دوڑ جس سواری پر چڑھ کر آپ نجات کا سفر اختیار کر سکتے ہیں جبکہ خطرہ ہو کہ سیلاب آنے والا ہے۔جبکہ خطرہ ہو کہ جنگلی درندے وہاں راہ پانے والے ہیں اس علاقہ میں جبکہ خطرہ ہو کہ ڈاکو آئیں گے یا فوج کشی ہوگی۔ان سب حالات میں وہ سواری جو امن کے مقام کی طرف لے جاتی ہے وہی ایک سواری جس کا ذکر اس شعر میں ملا أَلَا كُلُّ شَيءٍ مَا خَلَا اللّٰه بَاطِل '

خبردار خدا کے سوا ہر دوسری چیز باطل ہے تو یہ چونکہ ایک گہرا عارفانہ مضمون تھا اس لئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسی داد دی جیسی کبھی کسی شاعر کو داد نہیں ملی اور بڑا ہی خوش نصیب ہے لبید کہ سب سے زیادہ عارف باللہ نے اسکو داد دی ہے اور ایک ایسی بات ہوئی ہے کہ کوئی مثال دنیا میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی۔ہو سکتا ہے دوسرے انبیاء نے بھی بعض شعراء کو داد دی ہو مگر رسول کریم ﷺ سے بڑھ کر صاحبِ عرفان اور صاحبِ ذوق انسان متصور ہی نہیں ہو سکتا۔یہ دونوں باتیں قطعی ہیں۔اللہ کا جیسا عرفان آنحضرت ﷺ کو نصیب ہوا یہ آپ کے فرار الی اللہ سے ثابت ہے اور بالکل ظاہر و باہر ہے اور جس کے ذوق نے خدا کو چن لیا ہو۔محبت کیلئے اس سے بہتر ذوق ہو ہی نہیں سکتا تو سب سے زیادہ عارف باللہ اور سب سے زیادہ صاحبِ ذوق انسان جس پر وہ کلام نازل ہوا جس سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام اور کوئی نہ تھا۔جس کو خود کلام پر وہ قدرت نصیب ہوئی کہ تمام اہل علم پکار اُٹھے کہ رسول اللہ ﷺ اَفصح العرب بعد کلام اللہ ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ انسان حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ تھے،اس پر آپ نے داد دی ہے لبید کو ایک شعر پر، میں نے تو جب یہ پڑھا تو میں سر دُھننے لگا اس بات پر کہ کیا شان ہے لبید کی ،بَخٍ بَخٍ لبید کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے داد پائی......''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴، ستمبر ۱۹۹۳ء)

آخر پر ایک اور واقعہ جو لبید کی نسبت ہمیں کتب میں ملتا ہے وہ آپکی صفائی قلب و ذہن اور علم و عرفان کی عکاسی بھی کرتا ہے۔حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمائش کی کہ اپنا کچھ کلام تو لکھ بھیجیں۔اس کے جواب میں انہوں نے سورۃ البقرۃ اور آل عمران کی آیات بھیجتے ہوئے کہا کہ خدا نے جب سے مجھے ان سورتوں سے نوازا ہے تو معانی و عرفان کی یہ دولت پا لینے کے

بعد میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے- یہ لبید کے عرفان کا ایک رنگ تھا- ایک ادا تھی- حضرت عمرؓ جو خود بھی سخن شناس اور شعر کہنے والے تھے، انہیں بھی لبید کی یہ ادا پسند آئی اور اتنی پسند آئی کہ آپ کا وظیفہ دوگنا کر دیا-

لبیدؓ کے نصیبے میں آنے والی سعادتوں کی یہ فہرست حیرت انگیز اور قابلِ رشک ہے- کس نے سوچا ہوگا کہ اس کے منہ سے نکلنے والا وہ مصرعہ کہ جس پر داد دینے والے ایک نوجوان کی داد پر اس کو بُرا لگا کہ میرے اس مصرعہ پر داد دینے والا یہی رہ گیا ہے- اب جو داد ملی تو کس سے، وہ ہستی جو افصح العرب بھی تھی اور اَصدق الناس بھی تھی، لاریب داد و تحسین کے یہ کلمات لبید کے ماتھے کا جُھومر بن گئے- اور میدان حشر میں بھی اس اعزاز کے ساتھ وہ سب شعراء میں نمایاں مقام پانے والا ہوگا جس کے سر پر ابھی ایک اور تاج سجنے والا تھا- وہ یہ کہ عرش کے خدا نے خود اس کے کلام کو اپنے لئے پسند کیا- اور پھر یہ کہ خدا کے ایک اور پیارے، امام وقت کے مُنہ سے اسکے لئے خراج تحسین کے جذبات بیان ہوئے-

یہ محبت تو نصیبوں سے مِلا کرتی ہے

☆......☆......☆

الوداع و استقبال

مکرم و محترم نصر اللہ خان ناصر صاحب ایک لمبا عرصہ رسالہ "**انصار اللہ**" کی ادارت کے فرائض سرانجام دینے کے بعد اب ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو رہے ہیں- آنمحترم نے عرصہ ۱۱ رسال ادارت کی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن ادا کیا اور اس دوران ماہنامہ انصار اللہ کی علمی اور ادبی ترقی کے ساتھ ساتھ بعض قیمتی خصوصی شماروں کا اضافہ بھی کیا- اور ایک خصوصی اور تاریخی نمبر "۳۱۳ رفقائے احمد" کے نام سے آپ نے مرتب کیا جو کہ عنقریب شائع ہو رہا ہے- ادارہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو اور آپ کے معاونین کو جزائے خیر سے نوازے-

اور آنے والے نئے مدیر سیّد مبشر احمد ایاز صاحب کو بہتر سے بہتر خدمت کی بھی توفیق دے- آمین

(ملک منور احمد جاوید، قائد اشاعت مجلس انصار اللہ پاکستان)

☆......☆......☆

ہیرا نایاب سراپا شرافت

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

از: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

آپ کی ولادت ان نشانوں میں سے ایک نشان تھی جو بارش کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی صداقت اور تائید و نصرت کیلئے دن رات نازل ہو رہے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے مئی ۱۸۹۵ء میں کتاب "ضیاء الحق" روحانی خزائن جلد ۹ کے ص ۳۲۳ پر لکھا ''......لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اُسی رسالہ ''انوار......'' میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں۔ سو الحمدللہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق ۲۷ / ذیقعد ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴ / مئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔''

۲۴ / مئی ۱۸۹۵ء کو عالم کشف میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ نظارہ دیکھا کہ آسمان پر ایک ستارہ ہے جس پر لکھا تھا "مُعَمَّرُ اللہ" (الحکم ۱۰ / جنوری ۱۹۰۷ء ص ۱) اسی طرح ایک کشفی نظارہ یہ دیکھا کہ آسمان پر سے ایک روپیہ اُترا اور آپؑ کے ہاتھ پر رکھا گیا۔ اس پر لکھا تھا ''مُعَمَّرُ اللہ'' (بدر ۱۰ / جنوری ۱۹۰۷ء ص ۳)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو اور بھی کئی بشارتیں ہوئیں۔ جنوری ۱۹۰۷ء کی ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ بادشاہ آیا۔ دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ فرمایا قاضی حَکَم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔'' (الحکم ۱۰ / جنوری ۱۹۰۷ء ص ۱)

معجزانہ صحت: ۱۹۰۳ء میں جب طاعون کا زور تھا۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب شدید بیمار ہو گئے حالت بہت خراب تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر خدانخواستہ بچہ اس بیماری میں فوت ہو گیا تو مخالفوں کو حق پوشی کا موقعہ ملے گا۔ اسی فکر اور حالت میں آپؑ نے وضو کیا اور نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ کھڑے ہوتے ہی آپؑ کو وہ حالت میسّر آ گئی جو استجابت دُعا کیلئے ایک کھلی کھلی نشانی ہوتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں "میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ابھی میں شاید تین رکعت پڑھ چکا تھا کہ میرے پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور میں نے کشفی نظر سے دیکھا کہ لڑکا بالکل تندرست ہے، تب وہ کشفی حالت جاتی رہی اور میں نے دیکھا کہ لڑکا ہوش کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا ہے اور پانی مانگتا ہے۔ اور میں چار رکعت پوری کر چکا تھا، فی الفور اس کو پانی دیا اور بدن پر ہاتھ لگا کر دیکھا کہ تپ کا نام و نشان نہیں اور ہذیان اور بیتابی اور بیہوشی بالکل دور ہو چکی تھی اور لڑکے کی حالت بالکل تندرستی کی تھی مجھے اس خدا کی قدرت کے نظارہ نے الٰہی

طاقتوں اور دُعا قبول ہونے پر ایک تازہ ایمان بخشا'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۸۷-۸۸ حاشیہ)

۱۹۰۳ء ہی کے ایک کشفی نظارہ کے ذکر میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا"چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم عالمِ کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ-''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں" (الحکم ۱۰رجنوری ۱۹۰۷ء ص ۱)

۲۸رمئی ۱۹۰۷ء کا الہام عَمَّرَہٗ اللّٰہُ عَلیٰ خِلاَفِ التَّوَقُّعِ (الحکم ۳۱رمئی ۱۹۰۷ء ص ۳)

اس الہام کے تعلق میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے مورخہ ۲۶ر دسمبر کو اپنے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۱ء میں فرمایا''عمرہ اللہ علی خلاف التوقع -- یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اُمید سے بڑھ کر عمر دے گا یہ الہام تو خاص طور پر بڑی صحت اور صفائی کے ساتھ گزشتہ بیس سال سے پورا ہوتا چلا آیا ہے۔گزشتہ بیس برس سے ان کی صحت اتنی گری ہوئی حالت میں چلی آ رہی تھی کہ کئی مرتبہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ شاید مقدر وقت آ گیا ہے۔لیکن ہر بار اللہ تعالیٰ خلافِ توقع آپ کو زندگی بخشتا رہا۔'' (الفضل ۴رجنوری ۱۹۶۲ء ص ۵)

آپ کی آمین: حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کے قرآن کریم پڑھنے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ کی بھی آمین کہی فرمایا۔

شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا ۔۔۔ کہ اُس کو تو نے خود فرقان سکھایا
یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا ۔۔۔ کلام حق کو ہے فرفر سنایا
برس میں ساتویں جب پیر آیا ۔۔۔ تو سر پر تاج قرآں کا سجایا
(از درثمین)

آپ کی تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان میں حاصل کی۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو بھی آپ کی تعلیمی خدمت کی توفیق ملی۔قرآن کریم آپ نے پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن سے پڑھا۔بعض دینی علوم آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب سے حاصل کئے۔بخاری شریف درساً درساً مکمل کی۔

اوائل ۱۹۱۱ء میں سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ایک پرائیویٹ کلاس گھر میں شروع فرمائی اس کلاس میں بھی آپ شامل رہے۔اس کلاس میں خطبہ الہامیہ، دروس النحو یہ حصہ دوم، قصیدہ بانت سعاد پڑھا جاتا تھا۔قادیان میں جو سب سے پہلے (مربیان) کلاس جاری ہوئی آپ بھی اس کلاس کے طالب علم تھے۔حضرت حافظ روشن علی صاحب اس کلاس کے استاد تھے۔قرآن مجید صحاح ستہ مکمل اور اصول فقہ کی بعض بنیادی اور کتابیں آپ نے اس جماعت کے ساتھ پڑھیں۔تقریباً چھ ماہ تک جامعہ ازھر میں بھی تعلیم حاصل کی لیکن زیادہ دیر تعلیم کو وہاں جاری نہ رکھ سکے اور جلد واپس آنا پڑا۔

نکاح اور شادی: حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی پہلی بیوی محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۰۶ء کو وفات پا گئیں تھیں ان کی وفات کے بعد حضرت نواب صاحب کو اپنی صاحبزادی حضرت بو زینب بیگم صاحبہ کی شادی کی فکر لاحق

ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو بھی اس بات کا احساس تھا ایک روز آپؑ کو اس طرف خاص توجہ پیدا ہوئی اور آپؑ نے حضرت نواب صاحب کو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے رشتہ کا پیغام دیا جو حضرت نواب صاحب نے بڑی خوشی سے قبول کرلیا۔ یہ مبارک رشتہ طے ہونے کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے حضرت نواب محمد خاں صاحب کو یہ بھی تحریک فرمائی کہ زندگی کا اعتبار نہیں نکاح مسنون طور پر کردیا جائے اور دونوں کے بلوغ کے بعد رخصتانہ ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت نواب صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جو ''رفقاء'' احمد جلد دوم کے ص ۲۵۷-۲۵۸ پر موجود ہے۔ حضرت نواب صاحب نے اس تجویز سے اتفاق کیا چنانچہ ۱۵ر نومبر ۱۹۰۶ء کو قادیان دارالامان میں بعد نماز عصر نئے مہمان خانہ کے صحن میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر اس مبارک نکاح کا اعلان فرمایا۔

آپ نے اپنے خطبہ نکاح میں ''بثّ منھما رجالاً کثیراً'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا"اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اسی طرح پھیلنے والی ہے، میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اس آدم کے ساتھ پیدا ہوں۔ **کیونکہ اس کی اولاد میں اس قسم کے رجال اور نساء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں خاص طور پر منتخب ہو کر اُس کے مکالمات سے مشرف ہوں گے**۔ مبارک ہیں وہ لوگ مگر یہ باتیں بھی پھر تقویٰ سے حاصل ہوسکتی ہیں اور تقویٰ کے ذریعہ سے فائدہ پہنچا سکتی ہیں کیونکہ خدا کسی کا رشتہ دار نہیں ہے۔ مجھے سب سے بڑھ کر جوش اس بات کا ہے کہ میں مسیح موعودؑ کی بیوی بچوں، متعلقین اور قادیان میں رہنے والوں کے واسطے دعائیں کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو رجالاً کثیراً اور تقویٰ اللہ والے کا مصداق بنائے ۔۔ آج یہ تقریب ہے کہ ہمارے امام آدم وقت کے اس شریف لڑکے کا نکاح نواب صاحب کی اکلوتی بیٹی زینب کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کا مہر وہی ایک ہزار روپیہ مقرر کیا جاتا ہے جو کہ حضرت کے دوسرے لڑکوں کا مقرر ہوا ہے۔"ایجاب وقبول کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دُعا کروائی۔ (......احمد جلد دوم ص ۲۶۲-۲۶۳ حاشیہ)

البتہ شادی آپؑ کی وفات کے بعد مورخہ ۹ر مئی ۱۹۰۹ء کو ہوئی اور مورخہ ۱۰ر مئی ۱۹۰۹ء کو دعوت ولیمہ ہوئی۔

مبارک اولاد: خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی دُعاؤں کے طفیل آپ کو چھ بچوں سے نوازا جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب والد محترم حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (ولادت ۱۷ر مارچ ۱۹۱۱ء)

۲۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب (ولادت ۱۵ر جولائی ۱۹۱۳ء)

۳۔ حضرت صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب (ولادت ۱۶ر اگست ۱۹۱۴ء)

۴۔ صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ (ولادت ۱۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء)

۵- صاحبزادی امتہ الباری صاحبہ اہلیہ مکرم نواب عباس احمد خاں صاحب (ولادت ۱۷/اکتوبر ۱۹۲۸ء)
۶- صاحبزادی امتہ الوحید بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (ولادت ۲۱/اگست ۱۹۳۵ء)

خدمات سلسلہ: ایک طرف تو آپ کو بیماریوں کے ہجوم میں غیر معمولی رنگ میں عمر بخشی گئی، دوسری طرف قریباً پون صدی تک آپ کا مقدس وجود اپنے مقدس خاندان اور جماعت کیلئے ستارہ بن کر چمکتا رہا- عملی اور علمی دونوں لحاظ سے آپ کی شخصیت جماعت میں ممتاز رنگ رکھتی تھی- سالہا سال تک آپ نے (تقسیم برصغیر ہندو پاک سے قبل) سلسلہ کی نمائندگی کرتے ہوئے احمدیہ ٹیریٹوریل فورس کی کمان کے فرائض سرانجام دئے- علاوہ ازیں مختلف نظارتوں میں بطور ناظر اہم دینی خدمات بجالاتے رہے- آپ کی حیاتِ طیبہ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ کی زیرنگرانی قادیان میں موجود رفقاء کے سن بیعت وزیارت کا ریکارڈ محفوظ ہوا- جو اب خلافت لائبریری کی زینت ہے- عمر کے آخری دور میں آپ اعصابی تکلیف اور نقرس کے عارضے میں مبتلا ہونے کے باوجود ناظر اصلاح وارشاد کی حیثیت سے سالانہ جلسہ کے انعقاد کا بہت عمدگی اور خوش اسلوبی سے انتظام فرماتے رہے- (ماہنامہ خالد ربوہ جنوری ۱۹۶۲ء)

وفات اور تدفین مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء مطابق ۱۶/رجب ۱۳۸۱ھ بروز سہ شنبہ بوقت آٹھ بجے صبح بعمر ساڑھے ۶۶ سال ربوہ میں وفات پائی - دن کے اڑھائی بجے بعد دوپہر بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع میدان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی- جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی بعد ازاں بہشتی مقبرہ کے احاطہ خاص میں تدفین ہوئی - اس طرح احمدیت کے چمن کا ایک خوشنما خوش رنگ پھول ہمیشہ کیلئے نظروں سے اوجھل ہوگیا- اے خُدا بر تربت او ابرِ رحمت ہا ببار

آپ کی وفات کے متعلق سیالکوٹ کے ایک احمدی دوست مکرم حکیم پیر احمد شاہ صاحب نے خواب دیکھا کہ آپ چار پائی پر لیٹے ہوئے ہیں، آپ کی چار پائی کے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ تشریف رکھتے ہیں اور دوسری طرف حضرت اماں جان ہیں- حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بازو میں درد ہوتا ہے جس کا وہ اظہار حضرت مسیح موعودؑ سے کر رہے ہیں- حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو محبت کے ساتھ فرمایا "بیٹا فکر نہ کرو تم دس بجے سے پہلے میرے پاس پہنچ جاؤ گے-" یہ خواب ۲۵، ۲۶/دسمبر کی درمیانی رات کو دیکھا گیا چنانچہ ۲۶/دسمبر کی صبح دس بجے سے پہلے آپ اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے اور یہ خواب پورا ہوگیا-

سیرت واخلاق: آپ ایک لمبے عرصہ سے اعصابی تکالیف اور نقرس وغیرہ سے بیمار رہے مگر آپ نے اس بیماری اور تکلیف کو غیر معمولی صبر، ہمت اور حوصلہ کیساتھ برداشت کیا- بعض اوقات زندگی کی امید باقی نہ رہتی تھی پھر بھی بمطابق الہام عَمَّرَہٗ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّع "زندگی کی مہلت بڑھتی چلی گئی- آپ کی پاکیزہ سیرت اور اعلیٰ اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے آپ کی وفات پر لکھتے ہیں-

''اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ہمارے-- بھائی کو بعض لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خاص مشابہت تھی مثلاً

اہم امور میں فیصلہ کرتے ہوئے یا مشورہ دیتے ہوئے ان کی رائے بہت متوازن اور صائب ہوتی تھی۔حضرت مسیح موعودؑ کی طرح ان کے مزاج میں ایک لطیف قسم کا توازن پایا جاتا تھا۔عفو وشفقت کے موقعہ پر پانی کی طرح نرم ہوتے تھے۔ مگر سزا اور عقوبت کے جائز مواقع میں وہ ایک چٹان کی طرح مستحکم تھے۔کیا عجب کہ ان کی اس جسمانی اور اخلاقی مشابہت کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں اشارہ ہو کہ "اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔" (الفضل ۹ رجنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۳)

آپ کے متعلق حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں۔

''وہ عالی دماغ، وہ جوہر قابل، وہ نیر تاباں، افسوس کہ بیماریوں کے بادلوں میں اکثر چھپا رہا اور اس کی پوری روشنی سے اس کی قابلیت خداداد سے دنیا فائدہ نہ اٹھا سکی۔۔وہ ایک نہایت شریف اسم با مسمیٰ نہایت صاف دل، غریب طبیعت، دل کے بادشاہ، عالی حوصلہ، صابر متحمل مزاج وجود تھے۔۔کوئی بطور سچی شہادت کے مجھ سے ان کی بابت سوال کرے تو میں یہی کہونگی کہ وہ ایک ہیرا تھا نایاب، وہ سراپا شرافت تھا۔ایک چاند تھا جو چھپا رہا اور اکثر چھپے چھپے رخصت ہو گئے۔''

(الفرقان ربوہ جنوری، فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۳ تا ۴۴)

خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری آپ کی سیرت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''خاکسار کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ نظارت تعلیم ونظارت تبلیغ میں سالہا سال کام کرنے کا موقعہ ملا۔آپ کی ہمدردی اور سلسلہ کیلئے غیرت ایک نمونہ تھی آپ کو اپنے ماتحتوں کی تکلیف کا بہت احساس ہوتا تھا، آپ کو چین نہیں آتا تھا جب تک اس تکلیف کا ازالہ نہ کرلیں۔آپ بلاشبہ نظام کے بڑے قائل تھے۔مگر طبیعت میں نرمی غالب تھی۔آپ کو غریبوں کی غربت کا بہت احساس رہتا تھا اور ان کی امداد سے انہیں خوشی محسوس ہوتی تھی۔آپ کی طبیعت میں خدمت دین کرنے والوں کیلئے گہری محبت تھی۔اپنے اساتذہ بالخصوص حضرت حافظ روشن علی صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔''

(الفرقان ربوہ جنوری، فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۴۱)

آپ کی وفات پر مکرم عبدالمنان ناہید صاحب نے اپنے منظوم کلام میں اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا۔

حد نظر سے دور اک تارا چلا گیا
لو آج ایک اور سہارا چلا گیا

اس مملکت کی جس سے مقدر تھی ابتدا
وہ بادشاہ آیا اور آکر چلا گیا

یاد آرہی ہے اس کی غریبانہ زندگی
اس دل کے بادشاہ کی فقیرانہ زندگی

وسعت جناں کی اس کی لحد پر نثار ہو
وہ یوں غریق رحمتِ پروردگار ہو

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴ رفروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۲)

☆......☆......☆

سلسلہ تعارف مفسرین

نہایت معتبر - امام التفسیر و الحدیث

علامہ ابن جریر طبری

مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب

آپ کا پورا نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر ہے- آپ اواخر سال ۲۲۴ھ (بمطابق ۸۳۹ء) ایران کے صوبہ طبرستان کے ایک مقام آمل میں پیدا ہوئے- اب یہ صوبہ ماژندران کے نام سے پہچانا جاتا ہے-

طبرستان بڑا مردم خیز علاقہ ہے- بڑے اہل علم و ادب اور محدث وفقیہ اس میں پیدا ہوئے-

(فہرست ابن ندیم مترجم صفحہ ۵۴۷ معجم البلدان- جلد ۶ صفحہ ۱۳)

مسلمانوں میں بڑے بڑے عظیم علماء پیدا ہوئے ہیں جن کے علمی مرتبہ کے آگے حاکموں کی گردنیں بھی خم ہوتی تھیں- ان میں سے اکثر کے حالات و واقعات محفوظ کر لئے گئے- لیکن وہ عظیم علماء جو اپنی درویشی اور قناعت اور علم کی محبت و خدمت کی خاطر دنیاوی جاہ و مناصب سے الگ رہے یا کسی دربار سے متعلق نہ ہوئے- بدقسمتی سے ان میں سے اکثر زاویۂ خمول میں رہ گئے اور ان کے تفصیلی حالات کتبِ سوانح و تاریخ میں جگہ نہ پا سکے- حضرت علامہ ابن جریر طبری بھی ایسے ہی درویش منش، گدڑی میں لعل تھے- آپ کے ابتدائی حالات میں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی- آپ حافظِ قرآن بھی تھے- صرف بارہ سال کی عمر میں ہی حصولِ علم کے لئے اپنے گھر کو خیر باد کہا اور مختلف مراکزِ علم میں پہنچ کر اکتسابِ فیض کرتے رہے- اس دوران آپ نے مصر، شام، عراق، کوفہ، بصرہ اور رے وغیرہ دور دراز کے مقامات کے سفر اختیار کئے- بالآخر بغداد میں سکونت اختیار کر لی اور کئی مرتبہ بعض بڑے منفعت بخش مناصب کی پیشکش کو ٹھکرا کر علمی خدمات کو جاری رکھا-

اساتذہ: علم حدیث آپ نے محمد بن حمید رازی، ابو جُریج، ابو کُریب، عبیداللہ بن اسماعیل اور بشر بن معاذ عقدی جیسے فاضل مشائخ سے حاصل کیا-

فقہ شافعی مصر میں ربیب بن سلیمان سے اور بغداد میں حسن بن محمد زعفرانی سے پڑھی- قریباً دس سال تک فقہ شافعی کے مقلد رہے- بعد میں فقہی اجتہاد میں ایک اپنا معروف مسلک اپنایا اور تقلید کو چھوڑ دیا- (فہرست ابن ندیم- مترجم صفحہ ۵۴۷)

آپ کو اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عقیدت و محبت تھی جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے آپ

پر ''رفض'' کا الزام بھی لگایا ہے کہ آپ رافضیوں کے حق میں روایات گھڑتے ہیں۔ مگر علامہ ذھبی جیسے بڑے بڑے ٹھوس علم رکھنے والے جرح وتعدیل کے علماء نے اس الزام کو سختی سے ردّ کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ذھبی لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ابن جریر قابل اعتماد اور عظیم ائمہ (دین حق) میں سے ہیں۔ ہم آپ (ابن جریر) کے کسی بھی غلطی سے کلیۃً معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہے لیکن ہمارے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ ہم جھوٹی اور نفسانی باتوں کے ذریعہ کسی کو تکلیف دیں۔ نیز یہ بات بہت قابلِ توجہ ہے کہ جب علماء ایک دوسرے کے بارہ میں کوئی بات کریں تو اس پر گہرا غور کر لینا چاہیئے۔ اور خاص طور پر اس قسم کے عظیم امام کے بارہ میں تو لازماً غور کرنا چاہیئے۔'' (میزان الاعتدال جلد۳ صفحہ۴۹۹)

علمی مرتبہ: آپ اپنے خاص مضامین علم تفسیر، علم قرأت، علم فقہ اور علم تاریخ کے علاوہ دیگر مروجہ متداول علوم میں بھی مہارت و دسترس رکھتے تھے۔

مفسرین کے نزدیک منقولی تفسیر (جو تفسیر روایات واقوال پر مشتمل ہو) میں تفسیر طبری اولین مصدر و ماخذ ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

خطیب بغدادی آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ابن جریر علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے معاصرین میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ آپ قرآن کریم کے حافظ ومفسر، احکام قرآن کے ماہر، عظیم محدّث، صحابہ وتابعین کے آثار (اقوال وروایات) سے آگاہ اور تاریخی اخبار وواقعات کے زبردست عالم تھے۔'' (معجم الادباء جلد۱۸ صفحہ۴۰)

علامہ ابن جریر نے مختلف علوم میں متعدد کتب تصنیف کیں۔ مگر ہم تک آپ کی صرف دو کتب پہنچی ہیں اور یہ دو کتب بھی آپ کے ذہن وعلم کی وسعت اور ہمہ گیری پر بخوبی روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ ایک کتاب علم تفسیر القرآن میں ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' ہے۔ (جو تفسیر ابن جریر یا تفسیر طبری کے نام سے بھی معروف ہے) جس کا ایک ایڈیشن مطبع دارالمعرفہ نے بارہ ضخیم مجلدات میں تیس اجزاء پر مشتمل شائع کیا ہے۔ اور یہ تفسیر بالماثور کا شاہکار ہے۔

۲۔ دوسری کتاب علم تاریخ میں آپ کی معروف مبسوط تاریخ عالم پر مشتمل ''تاریخ الرسل والملوک'' ہے۔ جس کا ایک ایڈیشن مطبعہ دارالفکر بیروت نے فھارس وذیل (تتمہ) سمیت تیرہ جلدوں میں شائع کیا ہے۔ علامہ نے اپنی اس کتاب کا آغاز زمانہ کی مقدار کی بحث سے کیا ہے۔ پھر تخلیق کائنات اور خلق آدم کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کتاب کا اختتام ۳۰۲ھ تک کے واقعات واخبار پر ہوتا ہے۔

آپ کی ان دونوں کتب کو اپنے اپنے فن میں ابتدائی ماخذ مانا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو ''بابائے تفسیر'' اور ''بابائے تاریخ'' بھی کہا جاتا ہے۔ (التفسیر المفسرون جلد ا صفحہ ۲۱۶)

بعض کتب سے آپ کی مندرجہ ذیل دیگر تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں۔

(۱) تہذیب الآثار (۲) کتاب القرأت (۳) کتاب اختلاف العلماء (۴) تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین (۵) کتاب احکام شرائع الاسلام (۶) کتاب التبصر فی اصول الدین (اس کا دوسرا نام ''البیان عن اصول الاحکام'' ہے) (۷) کتاب الجراح (۸) الحدود والتنزیل (۹) اللطیف فی الفقہ (۱۰) البسیط فی الفقہ

حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں آپ کی کتاب تاریخ الرسل والملوک سے قبرِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک روایت درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور آئمہ حدیث میں سے ہے۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۳، حاشیہ صفحہ ۲۶۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (......) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

''طبری نے تفسیر کے متعلق روایات جمع کرنے میں خاص کام کیا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد سوم۔ دیباچہ صفحہ ب)

آپ کی تفسیر کو دیکھنے سے اس کا اسلوب بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ ہر آیت کی تفسیر کرتے وقت مکمل آیت لکھنے سے پہلے لکھتے ہیں۔ القول فی تاویل قولہ تعالیٰ۔ اور آگے مکمل آیت لکھتے ہیں۔ پھر اس آیت کا مفہوم خلاصۃً بیان کرتے ہیں۔ پھر اس آیت کے مضامین کے بارہ میں مختلف اقوال صحابہ وتابعین کے نقل کرتے ہیں۔ ان اقوال کی توجیہہ بھی کرتے ہیں اور ایک کو دوسروں پر ترجیح بھی دیتے ہیں اور بسا اوقات ان اقوال سے بعض مسائل کا استنباط بھی کرتے ہیں۔

لیکن آپ کی تفسیر میں ضخامت کے ساتھ ساتھ ایک بڑا نقص اسرائیلیات (یہود کی بے سروپا روایات) کا جابجا داخل ہو جانا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض اوقات بڑے گہرے معانی نکالتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دروس رمضان المبارک میں آپ کی تفسیر سے متعدد مرتبہ حوالے بیان فرمائے۔ اور جہاں اسرائیلیات وغیرہ پر مدلّل تنقید فرمائی وہاں آپ کے بیان کردہ معارف کا ذکر حسن بھی فرمایا۔ مثلاً سورہ النساء آیت ۸۸ میں ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۔ کی بحث میں آپ کی تفسیر سے مندرجہ ذیل اقتباس بیان فرمایا:

کوئی جھوٹ بولنے والا اس غرض سے جھوٹ بولتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے کوئی نفع حاصل کر سکے یا اس غرض سے کہ کسی نقصان سے بچ سکے۔ تو جبکہ اللہ تعالیٰ خود نفع اور نقصان کا پیدا کرنے والا ہے۔ نفع بھی وہ پہنچائے تو پہنچتا ہے اور ضرر بھی

وہ پہنچائے تو پہنچتا ہے۔ تو کسی نفع کے حصول کا لالچ یا کسی نقصان کے پہنچنے کا خوف ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہی نہیں جا سکتا۔

اس کو بیان کر کے حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہاں ابن جریر نے ایک نکتہ اٹھایا ہے جو اس لحاظ سے دلچسپ ہے...... بہت اچھا نکتہ ہے جو ابن جریر کو سوجھا ہے۔'' (درس القرآن ۶ ر رمضان المبارک ۲۶ ر دسمبر ۱۹۹۸ء)

اسی طرح سورۃ النساء آیت ۱۱۴ ''وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَ رَحْمَتُہٗ ...... وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا'' کی تفسیر میں تفسیر علامہ ابن جریر طبری کا ایک طویل اقتباس بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''تفسیر ابن جریر الطبری بعض دفعہ بہت ہی پتہ کی بات کرتے ہیں مصنف ان کے۔ اور واقعی دل خوش کر دیتے ہیں۔ وہ ایسے نکتے بعض دفعہ بیان کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں سمجھایا ہوتا ہے...... نکتہ بہت عمدہ اور عظیم الشان ہے جو ابن جریر طبری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے'' (درس القرآن فرمودہ ۱۳ ر رمضان المبارک، ۲ ر جنوری ۱۹۹۹ء)

وفات: آپ کی وفات بغداد میں ۲۸ ر رمضان ۳۱۰ھ بوقت مغرب ۸۶ سال کی عمر میں ہوئی۔ وفات کے وقت بھی آپ کے سر اور داڑھی کے کافی بال سیاہ تھے۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر ہر طرف سے لوگوں کے ہجوم امڈ آئے اور نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ محض اختلاف رائے کی وجہ سے بعض تنگ نظر اور متعصب علماء کے بھڑکانے سے عوام کا ایک طبقہ آپ کا شدید دشمن ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کی تدفین رات کے وقت آپ کے گھر کے صحن میں ہی کی گئی کیونکہ قبرستان میں تدفین کی صورت میں قبر کی توہین کا خطرہ تھا۔ (البدایۃ و النھایۃ۔ ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷)

☆......☆......☆

ماہنامہ انصار اللہ

نیا سال مبارک ہو

ماہنامہ ''انصار اللہ'' سے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم۔اے...... کی رائے:۔

''یہ رسالہ خدا کے فضل سے بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا اور ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلاء پیدا کرنے اور روح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔ پس انصار اللہ کو چاہئے کہ اس رسالہ کو ہر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع کریں اور اس کے لئے مختلف علمی موضوع پر اچھے اچھے مضامین لکھ کر بھجوائیں تا کہ اس کی افادیت میں ترقی ہو اور جماعت میں اس کے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی جائے'' (بحوالہ انصار اللہ نومبر ۱۹۶۲ء)

(مرسلہ: مینیجر ماہنامہ انصار اللہ)

نعمائے جنت کی حقیقت

حضور انور خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرمایا: جہاں تک پھلوں کا تعلق ہے ان کے بارہ میں تو میں نے اس آیت کی روشنی میں مختصر بیان کر دیا تھا جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُوا هٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ (البقرہ: ۲۶)

اس آیت کے بارہ میں دو اہم باتیں یاد رکھنے والی ہیں۔ ایک یہ کہ باوجودیکہ یہ تمام لذتیں روحانی ہوں گی پھر بھی ان کی شکل کسی قدر ان چیزوں سے ملتی ہوگی جو ہم یہاں دیکھتے ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے ورنہ یہ کبھی نہ کہا جاتا کہ یہ چیزیں ہمیں پہلے بھی دی گئیں تھیں۔ صرف یہ کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی صفات سے محبت رکھتے ہیں ان کے لئے سب سے زیادہ خوشی اور فرحت کا باعث یہ امر ہوگا کہ جب یہ صفات جنت میں ان لوگوں کے سامنے حاضر کی جائیں گی تو وہ کہیں گے کہ ہاں یقیناً ہم تو ان کے پہلے سے عادی اور مانوس ہیں اور یہ ہمیں بہت پسند ہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ بے شک یہ تمہیں ویسی ہی نظر آتی ہیں لیکن جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ''فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ'' ۔ انسانی قویٰ اور استعدادیں اس دن ایسی تیز ہو جائیں گی کہ وہ لذتیں جنہیں وہ صرف خواب و خیال میں دیکھا کرتے تھے وہ اب تصوراتی دنیا سے نکل کر ان نعمتوں کی پہلے سے بہت زیادہ لذّت محسوس کریں گے۔ اگرچہ قرآن کریم میں ان الفاظ کا استعمال دوزخیوں کے تعلق میں ہوا ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک عمومی بیان ہے جو صرف دوزخیوں پر اطلاق نہیں پائے گا۔ بلکہ جنتیوں کے لئے اس کا اثر اور بھی زیادہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں ان کی بینائی بہت تیز ہو جائے اور بلاشک اہل جنت کی نظر تو نسبتاً بہت زیادہ تیز ہوگی۔

دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ وہ روحانی تحفے جو کسی روح کو دیئے جائیں گے ان کو ایسی شکل دی جائے جیسی کہ ہم یہاں دیکھتے ہیں اور باوجود روحانی زندگی ہونے کے ان تجربات کو دہرایا جائے گا۔ ان جیسی مادی چیزیں نہیں ہوں گی کہ پرندوں کو پکڑا جائے گا اور پھر ذبح کیا جائے گا بلکہ کھانے کا ایک نیا اور مختلف عمل ہوگا۔ اور یہ چیزیں جو یہاں مختلف شکلوں میں دکھائی دیتی ہیں وہ ایک دوسری قسم کی حالت اختیار کریں گی اور روحیں، روحانی قسم کی چیزیں کھائیں گی اور اس بات میں کچھ بھی اختلاف نہیں۔ مادی جسم تو روحانی چیزیں نہیں کھا سکتے لیکن ارواح روحانی چیزیں کھا سکتی ہیں۔ لیکن ان کی صورت کیا ہوگی اس کا ہمیں ابھی علم نہیں ہے کیونکہ یہاں اس آیت میں قرآن کریم فرماتا ہے ''وَاُتُوا بِهٖ مُتَشَابِهًا'' ان کو متشابہ چیزیں دی جائیں گی۔ لیکن وہ کس قسم کی متشابہ ہوں گی یہ ہم نہیں جانتے۔ ممکن ہے شکل و شباہت کے لحاظ سے متشابہ ہوں۔

آیت کا اگلا حصہ ازواج سے متعلق ہے فرماتا ہے: ''وَلَهُمْ فِيهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' یہاں بظاہر مردوں کے حوالہ سے بات ہو رہی ہے۔ لیکن ازواج، مرد بھی ہو سکتے ہیں اور عورتیں بھی کیونکہ زوج لفظ کا مرد اور عورت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر ازواج کا لفظ صرف مردوں کے لئے استعمال کریں تو پھر صالحات، مومنات کہاں جائیں گی- کیا وہ ایک طرف کھڑی ہو کر بس نظارے ہی کرتی رہیں گی کہ ان کے مردوں کو کیا کچھ دیا جا رہا ہے اور مردوں کے اس Zone سے باہر رہیں گی؟ یہ تو ناممکن ہے اور قرآن کریم تو بڑی صراحت کے ساتھ یہ وعدہ فرماتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے ساتھ یکساں اور مساوی سلوک کیا جائے گا- جو کچھ مردوں کے لئے ہوگا وہی کچھ عورتوں کے لئے بھی ہوگا- یہ مسئلہ اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ جب آپ ایک غیر جنسی معاشرہ کو ذہن میں رکھ کر تصویر مرتب کریں کہ جہاں مذکر و مؤنث کی کوئی تفریق و تمیز نہیں ہوگی اور ان دو جنسوں کا الگ الگ کوئی وجود ہی نہیں ہوگا- روح میں تو کوئی بھی مذکر و مؤنث نہیں- روحانی لحاظ سے مرد اور عورت کی روح بالکل ایک جیسی ہے- فرق صرف جسمانی شکل میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے- روح تو ایک جیسی ہی ہوتی ہے- اس مسئلہ کا بس یہی ایک حل ہے- ورنہ تو اگر یہی مرد اور عورتیں وہاں ہوں گی تو کیا یہی میاں بیوی وہاں بھی اکٹھے رہیں گے؟ اس صورت میں تو پھر بعض کے لئے وہ جنت بڑی اذیت ناک ہوگی-

عام مسلمانوں میں جنت و دوزخ کے بارہ میں مختلف خیالات پائے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کے علماء کو خود بھی حقیقت کا علم نہیں ہے کہ وہ چیزیں کیسی ہوں گی- وہ خود قرآن کریم کے گہرے حکمت پر مبنی معانی پر توجہ ہی نہیں کرتے جو ہر مومن کا فرض ہے- بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو جنت کے بیان میں بالکل مفقود ہیں- مثلاً یہ کہ جنت کی تفاصیل میں بچوں کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں- اگر بچے نہیں اور جنسی تعلقات بھی نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ وہ کیسی جسمانی زندگی ہوگی کہ جس میں یہ دونوں بنیادی چیزیں سرے سے ناپید ہیں؟ اس کا جواب میں آپ کو دیتا ہوں-

حقیقت یہ ہے کہ سوائے اس کے کہ ہم اس دنیا میں پائی جانے والی لذات کی حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھ لیں ہم اخروی زندگی کی لذات کو سمجھنے کے لائق کبھی نہیں ہو سکتے- کسی بھی لذت یا مزے کی بنا مادی چیز پر نہیں ہے- ان کا دار و مدار ان الیکٹرونک لہروں پر ہے جو Pulses کے ذریعہ عقل اور دماغ تک پہنچتی ہیں- جب آپ کوئی چیز کھاتے ہیں تو کھانا تو زبان سے باہر لگتا ہے اس میں کوئی بھی چیز دماغ تک نہیں پہنچتی جو کہ لذت محسوس کر رہا ہوتا ہے- دماغ تک تو صرف ایک پیغام پہنچتا ہے اور اس پیغام کا تعلق اتنا اس کھانے کے ساتھ نہیں ہوتا جتنا کہ اس کھانے کی خواہش کے ساتھ- مثلاً بعض لوگوں کو جھینگا مچھلی پسند نہیں ہوتی- انہیں جھینگوں کی بو سے بھی نفرت ہوتی ہے- حالانکہ Prawns کے اندر تو کوئی ایسی بات نہیں ہوتی- پھر ایک دوسرا شخص ہے جسے وہی Prawn بہت پسند ہوتے ہیں- اس کے دماغ کو یہ پیغام پہنچتا ہے کہ اس قسم کی چیز تمہیں پسند ہے اور درحقیقت وہ پیغام اسے لذت دے رہا ہوتا ہے نہ کہ Prawn

اسی طرح محبت بھی ویسا ہی ایک پیغام ہے اور نفرت بھی ایک قسم کا پیغام ہے- اگر آپ کسی ایسے وجود کی صحبت میں بیٹھے ہوں جسے آپ بہت چاہتے ہیں تو آپ کیسا محسوس کریں گے- جسمانی لحاظ سے تو اس وجود سے آپ کو کچھ بھی نہیں مل رہا ہوتا لیکن اس کے قریب ہونے کی خوشی اور مسرت آپ کو اس چاہت کی بنا پر مل رہی ہوتی ہے جس کے پانے کی ذہن خواہش کرتا ہے- اس لئے جب بھی کوئی خواہش پوری ہوگی اس کے پورا ہونے کی صورت ہمیشہ غیر مادی ہوگی- خواہ وہ کیسی ہی خواہش ہو- اسی لئے قرآن کریم جنت کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَدَّعُونَ" (فصلت: ۳۲)

جو کچھ تم خواہش کرو گے وہ تمہیں ملے گا - یہی تو اصل لذت و سرور ہے-

ان مغربی ممالک میں تو ذہن ایسے آزاد ہیں کہ مشرقی طبقہ کے برعکس خواہ کیسی ہی بات ہو یہ لوگ بات کرتے وقت ذرا بھی جھجھک اور شرم محسوس نہیں کرتے - یہاں تک کہ اس معاشرے کی کوئی بھی جواں سال لڑکی کھڑی ہو کر یہ سوال کر لیتی ہے کہ کیا جنت میں بھی Sex ہو گی؟ ان کو میرا جواب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک Sex کیا چیز ہے؟ Sex تو کسی شخص کی ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش کا نام ہے اور یہ تو ایک آہستہ آہستہ نشوونما پانے والا ارتقائی عمل ہے اور اس کی یہ خواہش اولاد پیدا کرنے کی صورت میں پوری ہوتی ہے- کوئی بھی حیوان ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا لیکن اولاد پیدا کرنے کے ذریعہ سے وہ مستقبل میں اپنے آپ کو زندہ دیکھتا ہے- یہ لذت ہی اصل چیز ہے- تمام حواس کے Buds اسی لذت کی بنا پر ہی تخلیق پاتے ہیں- انہوں نے مادی Buds کی شکل اختیار کر لی جو دماغ کو یہ احساس بھیجتے ہیں کہ دیکھو یہ تمہاری خواہش ہے جواب پوری ہو گئی ہے لیکن یہ خواہش ہر دفعہ پوری نہیں ہوتی - خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ذریعہ اس Buds کے نظام کو تخلیق کیا ہے- غدودیں اور Buds وغیرہ یہ دماغ کو پیغام بھجواتے ہیں کہ تمہاری ہمیشہ رہنے کی خواہش کی اس مشینری کے ذریعہ مدد کی گئی ہے- دماغ تک کون سی چیز پہنچتی ہے؟ صرف نبضوں کے ذریعہ ایک پیغام پہنچتا ہے اور کچھ بھی نہیں- اور آخری نتیجہ کے طور پر لذت صرف Pulse ہی ہے، دھڑکنیں ہیں جو لہروں کی صورت میں دماغ کو پیغام رسانی کرتی ہیں-

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اطمینان وسکون اور خدا سے محبت یہ کیا چیزیں ہیں؟ کیا ایسی محبت کرنے والے بور نہیں ہوتے؟ یقیناً نہیں- اگر ان کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں اور انہوں نے اس محبت کا مزا چکھا ہے تو پھر جب اس کا قرب نصیب ہوگا تو جو احساس اس وقت پیدا ہوگا وہ اس احساس اور لذت سے کہیں بڑھ کر ہوگا جو کسی محبوب کی لمبی جدائی کے بعد اس کا قرب نصیب ہونے پر ملتا ہے- لذت کا یہ احساس اس احساس سے کہیں زیادہ شدید اور قوت والا ہوتا ہے جو کھانے پینے یا سونے یا دوسری من پسند چیزوں سے حاصل ہوتا ہے- تم خواہ کچھ بھی کر رہے ہو اگر کوئی ایسا وجود جس سے تم بے انتہا محبت کرتے ہو لمبی جدائی کے بعد اچانک تمہارے سامنے آ جائے تو تم ہر ایک چیز کو چھوڑ چھاڑ کر اس سے ملنے کے لئے دیوانہ وار اس کی طرف بھاگ کھڑے ہو گے- محبت کے احساسات میں سے اس قسم کی محبت کا احساس سب سے زیادہ شدید اور قوی ہوتا ہے- اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھلائی ہے کہ جنت کے لئے تیاری کرو-

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِی یُبَلِّغُنِی حُبَّکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی وَاَھْلِی وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ" (ترمذی کتاب الدعوات)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت طلب کرتا ہوں اور اس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت رکھتا ہے- اور اس عمل کی محبت بھی جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے- اے اللہ! تو اپنی محبت مجھے میرے وجود اور میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے-

یہی تو نعماء جنت کو حاصل کرنے کی تیاری ہے- سب سے عظیم روحانی خوشی اور سرور خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کے دیدار سے نصیب ہوگا - اور خدا کی ذات تو وہ ہے کہ جس نے عام معمولی چیزوں میں بھی انسان کے لئے خوشی کے حصول کا انتظام کر رکھا ہے- پھر انسان اس بات پر ایمان کیوں نہیں لاتا کہ خدا کے پاس اس سے بہت بڑھ کر بے انتہاء، لامتناہی لذات کے خزانے ہیں اور ایسی نعمتیں ہیں جو واقعۃً لازوال روحانی لذت و سرور کے سرچشمے ہیں- اس کے بعد مادی عناصر کی تو کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی-

سب سے اہم امر یہ ہے کہ یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں اس میں ہر لذت ہمیں مادی چیزوں کے ذریعہ ملتی ہے- جب ہم اپنے بچوں سے بات کرتے ہیں تو لذت کی خاطر اور ان تمام چیزوں کے ملنے سے جو آخری نتیجہ نکلتا ہے وہ ایک ہی لفظ لذت پر جا کر منتج ہوتا ہے- یہ تو سب اس خوشی اور لذت کو حاصل کرنے کے مختلف بہانے اور اسباب ہیں لیکن اخروی زندگی میں یہ بالکل بھی ضروری نہیں کہ روحانی خوشی کی خاطر اس قسم کی مادی چیزیں سبب بنیں- یہ سب پیچھے رہ جائیں گی- اس روحانی خوشی کیلئے ان مادی چیزوں میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی- صرف اعلیٰ مرتبہ کی مصاحبت ہوگی جو تمہارے اندر ایسی زبردست Pulses پیدا کرے گی کہ وہ زندگی ایک لازوال فرحت کی صورت میں مجسم ہو جائے گی-

لذت کے اس اصول کے تعلق میں میں اور بھی مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے ظاہر ہوگا کہ اس دنیا میں جو بھی چیزیں ہمیں لذت فراہم کرتی ہیں ان چیزوں کا اُخروی زندگی میں مفقود ہونا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا- وہ روحانی حالت لذت یا تکلیف محسوس کرنے کے لحاظ سے یہاں کی نسبت ہمارے تصورات سے کہیں زیادہ حساس ہوگی- لذت محسوس کرنے کی حالت بالکل مختلف ہو جائے گی- مثلاً کوئی بھی کھانا جو آپ کو بہت پسند ہے اور سمجھتے ہیں کہ سب سے عمدہ کھانا ہے وہ کھانا اگر آپ کسی کتے کو یا کسی اور جانور کو دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ان جانوروں کو اس کھانے میں کچھ بھی لذت یا دلچسپی نہیں ہوگی- اور اگر آپ انہیں وہ کھانا کھانے پر مجبور کریں تو وہ اسے قے کر دیں گے- پس اس کھانے میں تو کچھ بھی نہیں- یہ تو دراصل اس کھانے کے ساتھ آپ کی خواہش کی ہم آہنگی ہے جو اس میں مزا اور لذت کا احساس پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے-

مجھے یاد ہے، ایک مرتبہ کار میں میں کہیں جا رہا تھا کہ ایک بچڑ خانے کے پاس سے گزر ہوا جہاں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان کے جسموں سے نکلنے والا گند، فضلہ، ہڈیاں وغیرہ وہاں پھینک دی جاتی ہیں اور اس کا ماحول انتہائی بدبودار ہوتا ہے- میں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے ہٹے کٹے صحت مند کتے جو دن رات وہاں اس گند کو کھاتے ہیں بڑے فخر سے اس گند پر بیٹھے مزے لے لے کر اسے کھا رہے تھے گویا کہ وہ اس دنیا کے بادشاہ ہیں- لیکن ہمارے لئے گائیوں اور بھیڑ بکریوں کے وہ چھیچھڑے اور بوسیدہ ہڈیاں بالکل بے حقیقت اور بے فائدہ سی چیز ہیں جب میں نے یہ نظارہ دیکھا تب مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ کس طرح انسان خدا تعالیٰ کے معاملہ میں بے توجہی کرتا ہے جو ہمیں سمجھاتا ہے کہ ان دنیاوی لذات کی طرف جھک کر کتوں کی طرح مت بنو- اور ہم اس پر یقین ہی نہیں کرتے اور ہماری حالت یہ ہے کہ دنیاوی لذات کی طرف جھکتے چلے جاتے ہیں- لیکن جب مر کر فنا ہو جائیں گے اور دوسری دنیا میں زندہ کئے جائیں گے تب یہ چیزیں ہمارے لئے انتہائی تکلیف دہ اور کراہت کا موجب ہوں گی کہ جن کا تصور بھی شدید اذیت کا باعث ہوگا- کیونکہ ذائقہ حاصل کرنے والے Buds تبدیل ہو جائیں گے- اگر آپ ایک جانور کے Buds دوسرے جانور میں ڈال دیں تو اس کا Taste تبدیل ہو جائے گا- روحانی Buds تو کلیۃً مختلف Buds ہوں گے- اس لئے اخروی دنیا کے ساتھ ان مادی چیزوں کا دور کا بھی علاقہ نہیں- اور وہ لذات جو روحانی Buds کے ذریعہ حاصل ہوں گی ان روحانی لذات کے ساتھ ہماری تصوراتی لذات کو کچھ بھی نسبت نہیں ہوگی-

(باقی آئندہ شمارے میں)

(اقتباس از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی مجلس عرفان ''لقاء مع العرب''، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۲ ر تا ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۹۹ء صفحہ ۱۱-۱۲)

☆☆☆☆☆

چوتھی کل پاکستان سالانہ علمی ریلی ۲۰۰۴ء

منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲/ دسمبر ۲۰۰۴ء قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان

رپورٹ مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب منتظم اعلیٰ سالانہ علمی ریلی ۲۰۰۴ء

چوتھی کل پاکستان سالانہ علمی ریلی ۲۰۰۴ء کا افتتاح بتاریخ ۱۰/ دسمبر بروز جمعہ مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے فرمایا۔

افتتاحی تقریب کے بعد علمی مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔ پہلے روز مقابلہ تلاوت قرآن کریم میعار خاص منعقد ہوا۔ جس میں حفاظ کرام اور قاری حضرات نے شرکت کی اور سورۃ القلم اور سورۃ الجن کے مقررہ حصہ سے تلاوت کی۔

اس روز دوسرا مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کا تحریری امتحان تھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی پانچ کتب (۱) چشمہ مسیحی (۲) نشان آسمانی (۳) برکات الدعاء (۴) اربعین (۵) تجلیات الٰہیہ شامل تھیں۔ اس امتحان میں 25 اضلاع کے ۹۴ انصار نے حصہ لیا۔

دوسرے روز بتاریخ ۱۱/ دسمبر ۲۰۰۴ء مقابلہ تلاوت قرآن کریم ہوا۔ جس میں ۲۲ اضلاع کے ۶۶ انصار نے خوش الحانی سے قرآن مجید کی سورۃ جمعہ اور سورۃ الصف کے مقررہ حصہ سے تلاوت کی۔

اس کے بعد مقابلہ نظم منعقد ہوا جس کے لئے درثمین، کلام محمود، درعدن کلام طاہر سے منتخب اشعار نصاب میں شامل تھے۔ اس مقابلہ میں پاکستان بھر سے ۴۹ انصار نے مقرر کردہ پُر معارف، پُر شوکت کلام خوش الحانی سے پیش کیا۔ یہ ایک وجد آفریں مجلس تھی جو دو گھنٹے جاری رہی۔

امسال ایک مقابلہ بیت بازی کا اضافہ کیا گیا تھا۔ یہ مقابلہ بین الاضلاع تھا جس میں ہر ضلع سے دو ممبران پر مشتمل ٹیم شرکت کر سکتی تھی۔ اس مقابلہ میں دس اضلاع کی ٹیموں نے شرکت کی۔

دوسرے روز سہ پہر تین بجے مقابلہ دینی معلومات منعقد ہوا۔ یہ مقابلہ بھی اضلاع کی سطح پر منعقد کیا گیا۔ اور ہر ضلع سے تین ممبران پر مشتمل ٹیم نے اس میں شرکت کی۔ اس مقابلہ میں ۱۳/ اضلاع کے ۳۹ انصار نے شمولیت کی۔ اس کے نصاب میں کتاب ''دینی معلومات کا بنیادی نصاب'' شائع کردہ مجلس انصاراللہ پاکستان، کتاب ''دینی معلومات'' شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ''تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۱ تا صفحہ ۳۲۴ اور دستور اساسی لائحہ عمل مجلس انصاراللہ پاکستان شامل تھے۔

مقابلہ دینی معلومات کے اختتام پر ایک مختصر شعری نشست کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جس میں ریلی میں شرکت کرنے والے احمدی شعراء نے اپنا کلام سنایا۔ اس نشست میں مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب، مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب، مکرم پروفیسر عبدالکریم خالد صاحب، مکرم عبدالکریم قدسی صاحب، مکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے اپنا اپنا کلام پیش کیا۔

اس روز رات ساڑھے سات بجے تقریری مقابلہ اردو ''معیار خاص'' منعقد ہوا۔ ہر سال اس مقابلہ میں ہر ضلع سے ایک نمائندہ مقرر حصہ لے سکتا ہے اس مقابلہ کے لئے درج ذیل عناوین مقرر تھے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت منصف اعظم (۲) ذکر حبیب ''محبت الٰہی''
(۳) ''غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے'' (۴) احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟
(۵) عاجزی وانکساری

ان عناوین پر ۱۴/اضلاع کے ۱۴/انصار مقررین نے تقاریر کیں۔ ہمارے اس پروگرام میں مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب امیر ومشنری انچارج کینیڈا نے بھی شرکت فرمائی۔

تقریری مقابلہ معیار خاص کے بعد مقابلہ حفظ قرآن تھا۔ جس کے لئے اس سال قرآن کریم کا پہلا پارہ مقرر تھا۔ حفظ قرآن کے اس مقابلہ میں ۱۱/اضلاع کے ۱۴/انصار نے حصّہ لیا۔ اس طرح رات ساڑھے دس بجے دوسرے روز کے مقابلہ جات اپنے اختتام کو پہنچے۔

تیسرے روز بتاریخ ۱۲/دسمبر ۲۰۰۴ء مقابلہ تقریر اردو فی البدیہہ منعقد ہوا جس میں پاکستان بھر سے ۴۵/انصار نے شمولیت کی۔ علمی ریلی کے پروگرام کا یہ دلچسپ حصّہ تھا جس میں انصار نے مختلف موضوعات پر فی البدیہہ تقاریر کیں۔

مقابلہ مقالہ نویسی: گذشتہ سال ۲۰۰۳ء سے قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان نے سالانہ انعامی مقابلہ مقالہ نویسی کا آغاز کیا۔ اس سال مقالہ نویسی کے مقابلہ کے لئے عنوان ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر لاہور وسیالکوٹ ۱۹۰۴ء'' مقرر تھا۔ سال کے آغاز پر ہی مجالس کو عنوان دیا گیا۔ ذیلی عناوین، امدادی کتب کے بارے میں راہنمائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال پاکستان بھر سے ۱۶/اضلاع کے ۱۳۹/انصار نے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ اور گرانقدر علمی کاوش پیش کی۔ مقالہ جمع کروانے کی آخری تاریخ ۳۱/اگست مقرر تھی۔ نظامت ضلع لاہور نے ۵۰ مقالہ جات بھجوائے اور شرکت مقالہ نویسی میں اوّل رہا اور نظامت ضلع کراچی نے ۳۱ مقالہ جات پیش کئے اور دوسرے نمبر پر رہا۔ زعامت ہائے علیاء میں سے ربوہ اوّل اور ماڈل کالونی کراچی دوم رہا۔ اس مقابلہ میں اعزاز پانے والے اراکین کو سند امتیاز، انعامی شیلڈ اور نقد انعام اوّل کے لئے مبلغ -/۵۰۰۰ (پانچ ہزار) روپے، دوم کو مبلغ -/۳۰۰۰ (تین ہزار) روپے، سوم کو مبلغ -/۲۰۰۰ (دو ہزار) روپے اور چہارم پنجم پوزیشن کے لئے ایک ایک ہزار روپے نقد انعام تھا۔

چوتھی سالانہ ریلی میں ۳۳/اضلاع کی ۱۳۶/مجالس کے ۳۲۲/انصار نے شمولیت کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

سالانہ علمی ریلی کی اختتامی تقریب مورخہ ۱۲/دسمبر ۲۰۰۴ء ایک بجے دوپہر مجلس انصاراللہ پاکستان کے بالائی ہال میں منعقد ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی تھے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب صدر مجلس نے عہد دھرایا۔ خاکسار منتظم اعلیٰ علمی ریلی نے تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ محترم مہمان خصوصی نے اعزاز پانے والے انصار میں انعامات تقسیم فرمائے۔ ان مقابلہ جات میں مجموعی طور پر اوّل ضلع لاہور تھا اور زعامت ہائے علیاء میں اوّل ربوہ رہا۔ حسن کارکردگی میں بہترین رکن انصاراللہ مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کلفٹن کراچی رہے۔ مہمان خصوصی نے اپنے اختتامی خطاب میں مجلس انصاراللہ پاکستان کے تحت منعقد ہونے والے ان علمی مقابلہ جات کے مقصد سے آگاہ فرمایا

نیز مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی - دعا کے ساتھ اس تقریب اور ریلی کا اختتام ہوا - نماز ظہر و عصر باجماعت ادا کی گئیں اور تمام مہمانان اور شرکاء کے اعزاز میں انصاراللہ کے سبزہ زار میں ظہرانہ دیا گیا - اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تقریب ہر لحاظ سے کامیاب رہی اور انصاراللہ نے بہت ذوق شوق اور جذبہ سے ریلی کے تمام پروگراموں میں شرکت کی - ہماری اس ریلی کی اختتامی تقریب میں دیگر مہمانان کے علاوہ امیر صاحب ہالینڈ اور انڈونیشیا سے آئے ہوئے وفد نے مع امیر صاحب انڈونیشیا شرکت کی -

فہرست انعامات:

تلاوت قران کریم معیارِ خاص: (اوّل) مکرم حافظ عارف اللہ صاحب، ربوہ (دوم) مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب، ربوہ (سوم) مکرم حافظ طاہر احمد مجوکہ صاحب، لاہور چھاؤنی (حوصلہ افزائی) مکرم حافظ بشارت احمد صاحب، کوٹ لکھپت لاہور

تلاوت قرآن کریم: (اوّل:) مکرم حفیظ احمد صاحب، النور کراچی (دوم) مکرم سلطان محمد صاحب، ربوہ (سوم) مکرم یعقوب احمد بٹ صاحب، ڈرگ کالونی کراچی (حوصلہ افزائی) مکرم محمد رفیق ثاقب صاحب، دارالسلام لاہور

حفظ قرآن: (اوّل) مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب، سمبڑیال ضلع سیالکوٹ (دوم) مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب، جوہر ٹاؤن لاہور (سوم) مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب، ربوہ (حوصلہ افزائی) مکرم منظور احمد صاحب، ضلع پشاور

نظم خوانی: (اول) مکرم منیر احمد جاوید صاحب، بھاٹی گیٹ لاہور (دوم) مکرم غلام سرور طاہر صاحب، ربوہ (سوم) مکرم حمید احمد شاہد صاحب، کراچی (حوصلہ افزائی) مکرم سید حمید الحسن صاحب، سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

مقابلہ تقریر معیارِ خاص: (اول) مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب، ربوہ (دوم) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب، کلفٹن کراچی (سوم) مکرم رانا منصور احمد صاحب، علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ (حوصلہ افزائی) مکرم محمد سلیم رانا صاحب، سانگھڑ

مقابلہ تقریر فی البدیہہ: (اوّل) مکرم عبدالکریم خالد صاحب، ضلع لاہور (دوم) مکرم شیخ منیر احمد صاحب، ضلع لاہور (سوم) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب، ضلع کراچی (حوصلہ افزائی) مکرم نذیر احمد خاں صاحب، ضلع لاہور

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود: (اوّل) مکرم چوہدری مبارک احمد شاہد صاحب، جوہر ٹاؤن لاہور (دوم) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب، کلفٹن ضلع کراچی (سوم) مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب، دارالذکر فیصل آباد (چہارم) مکرم محمد امان اللہ صاحب، کیلے ضلع شیخوپورہ (پنجم) مکرم عطاء اللہ صاحب، شیخوپورہ شہر

مقابلہ دینی معلومات (بین الاضلاع): (اوّل) ربوہ، مکرم محمد احمد ضیاء صاحب، ربوہ - مکرم میاں محمد اسحاق صاحب، ربوہ - مکرم محمد یوسف سجاد صاحب، ربوہ (دوم) ضلع کراچی: مکرم ڈاکٹر عبدالہادی صاحب، کراچی، مکرم زبیر احمد خاں صاحب، کراچی، مکرم عبدالحمید ارشد صاحب، کراچی (سوم) میر پور آزاد کشمیر: مکرم رفیق احمد صاحب، میر پور آزاد کشمیر، مکرم محمود احمد اختر صاحب،

میر پور آزاد کشمیر، مکرم ناصر احمد جنجہ صاحب، میر پور آزاد کشمیر

مقابلہ بیت بازی (بین الاضلاع): (اوّل) ربوہ مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب، ربوہ، مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب، ربوہ (دوم) ضلع گوجرانوالہ، مکرم عبدالرشید خاور صاحب، گوجرانوالہ شرقی، مکرم محمد سرور صاحب، تلونڈی موسیٰ خاں ضلع گوجرانوالہ (سوم) ضلع کراچی، مکرم ڈاکٹر عبدالہادی انور صاحب، عزیز آباد ضلع کراچی، مکرم زبیر احمد خاں صاحب، عزیز آباد ضلع کراچی

مقابلہ مقالہ نویسی ۲۰۰۴ء: بعنوان ''حضرت مسیح موعودؑ کا سفر لاہور و سیالکوٹ''

(اوّل) مکرم عمر حیات صاحب، ربوہ (دوم) مکرم علی اکبر صاحب، گوجرانوالہ شرقی (سوم) مکرم عبدالکریم خالد صاحب، بیت التوحید ضلع لاہور (چہارم) مکرم داؤد ملک صاحب، پشاور روڈ ضلع راولپنڈی (پنجم) مکرم منصور احمد لکھنوی صاحب، گلشن اقبال شرقی، ضلع کراچی

حسنِ کارکردگی:

(۱) مکرم آفتاب احمد جمال صاحب، کوئٹہ، (۲) مکرم ظہور احمد صاحب، دارالفتوح غربی، ربوہ (۳) مکرم منصور احمد ظفر صاحب، دارالفضل شرقی ربوہ (۴) مکرم نصیر احمد وڑائچ صاحب، ۴۶/ شمالی ضلع سرگودھا (۵) مکرم جمیل احمد بٹ صاحب، کلفٹن کراچی (۶) مکرم خلیل احمد ناصر صاحب، گلستان جوہر کراچی (۷) مکرم چوہدری حبیب اللہ مظہر صاحب، نشاط کالونی لاہور (۸) مکرم پروفیسر محمد ثناء اللہ صاحب، شیخوپورہ (۹) مکرم منصور احمد صاحب، جوہر ٹاؤن لاہور (۱۰) مکرم راشد پرویز صاحب، پشاور روڈ راولپنڈی

حسنِ کارکردگی شرکت مقالہ نویسی ضلع: (اوّل) مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب ناظم ضلع لاہور (دوم) **نظامت ضلع کراچی:** مکرم شیخ طاہر احمد نصیر صاحب، نائب ناظم تعلیم ضلع کراچی

زعامت ہائے علیاء: (اوّل) مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ (دوم) زعامت علیاء ماڈل کالونی کراچی

حسن کارکردگی: چوتھی سالانہ علمی ریلی 2004ء

مکرم بشیر احمد صاحب دینہ ضلع جہلم (حوصلہ افزائی) **اوّل ضلع:** لاہور مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب ناظم ضلع لاہور

اوّل زعامت علیاء: مجلس انصاراللہ مقامی **بہترین ناصر:** مکرم جمیل احمد بٹ صاحب، کلفٹن کراچی

☆......☆......☆

میں انصار اللہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں

بانی مجلس انصار اللہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت کی دماغی نمائندگی انصار اللہ کرتے ہیں، اوراس کے دل اور ہاتھوں کی نمائندگی خدام الاحمدیہ کرتے ہیں۔ جب کسی قوم کے دماغ، دل اور ہاتھ مضبوط ہوں تو وہ قوم بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔

پس میں پہلے تو انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو یا (رفیق) ہیں یا کسی (رفیق) کے بیٹے ہیں یا کسی (رفیق) کے شاگرد ہیں اس لئے جماعت میں نمازوں، دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا ان کا کام ہے۔ ان کو تہجد، ذکر الٰہی اور (بیوت الذکر) کی آبادی میں اتنا حصہ لینا چاہیے کہ نوجوان ان کو دیکھ کر خود ہی ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں پس...... میں انصار اللہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے نمونہ سے اپنے بچوں، اپنے ہمسایہ کے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو زندہ کریں......''

(خطاب فرمودہ ۱۸/نومبر ۱۹۵۵ء بحوالہ مشعلِ راہ جلد اوّل ص ۷۳۶)

January 2005

Monthly

ANSARULLAH

Ph: 04524-212982Fax: 04524-214631(C.Nagar Post Code 35460)
e-mail:ansarullah60@yahoo.com

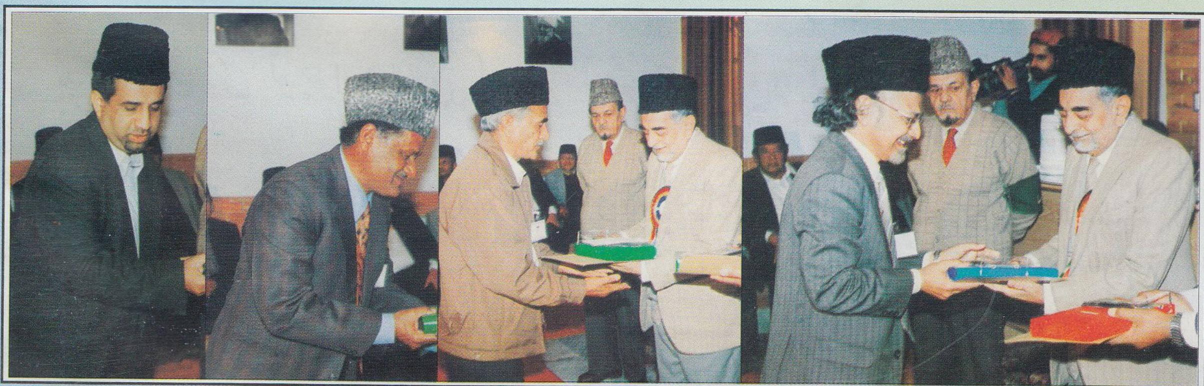
EDITOR : **Sayed Mubashir Ahmad Ayaz**

Regd. # CPL-34/CR-03

فضلِ خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے



مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
علمی ریلی میں اعزاز پانے والے اراکین میں انعامات تقسیم فرما رہے ہیں



تفصیلی رپورٹ اندر کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں